

آدابِ اذان واقامت

فضائل، مسائل اور دلائل

تالیف
مولانا مفتی
محمد امین صاحب پالنپوری
استاذ دارالعلوم دیوبند

نظر ثانی
حضرت مولانا
سعید احمد صاحب پالنپوری
محدث کبیر دارالعلوم دیوبند

دارالاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

آدابِ اذان واقامت

فضائل، مسائل اور دلائل

تالیف

مولانا مفتی

محمد امین صاحب پالنپوری

استاذ دار العلوم دیوبند

نظرثانی

حضرت مولانا

سعید احمد صاحب پالنپوری

محدث کبیر دار العلوم دیوبند

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

مولانا محمد امین پالنپوری صاحب کی اجازت سے طبع شدہ

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جولائی ۲۰۰۷ء علمی گرافکس
ضخامت : صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

.... ملنے کے پتے ....

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999
Email : sales@azharacademy.com,
Website : www.azharacademy.com

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

اذان

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اذان فجر میں اضافہ

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ
اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

اقامت میں اضافہ

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ
قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ

ترجمہ

اللہ سب سے بڑے ہیں

گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہیں

آؤ! نماز کے لئے

آؤ! کامیابی کی طرف

اللہ سب سے بڑے ہیں

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے

نماز نیند سے بہتر ہے

نماز شروع ہوگئی ہے۔

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
پیش لفظ- از مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری	۹
عرضِ مؤلف	۱۳
اذان واقامت کی تاریخ	۱۵
مفصل خواب	۱۸
اذان کی مشروعیت حکم نبوی اور قرآن سے ہے	۲۰
اذان واقامت کی جامعیت	۲۱
اذان، اقامت اور مؤذن کی فضیلت	۲۲
اذان کی برکت	۲۵
اذان کے مختلف طریقے	″
اقامت کے مختلف طریقے	۲۸
اذان واقامت کا افضل طریقہ	۲۹
ابو محذورہ رضؓ کا مفصل واقعہ	۳۱
اذانِ فجر میں اضافہ	۳۴
اذان مکہ میں شروع نہیں ہوئی، مدینہ میں مشروع ہوئی ہے۔	۳۵
اذان واقامت کے احکام	
اذان واقامت کی شرعی حیثیت	۳۶
ہر محلہ والوں پر اذان کب سنتِ مؤکدہ ہے؟	۳۷
جمعہ کی اذانِ اوّل کو بدعت کہنا۔	۳۸
اہل حدیث کی حقیقت۔ (حاشیہ از مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری)	۳۸
تہجد کے لئے اذان	۳۹
اذان کا مسنون طریقہ	″
اقامت کا مسنون طریقہ	۴۰
ایک دو سانس میں پوری تکبیر کہنا خلافِ سنت ہے	۴۱
ترسّل اور حَدر کو ترک کرنا	″
بلند جگہ پر اذان کہنا	۴۲
لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنا	۴۳
پاک صاف ہوکر اذان و اقامت کہنا	″
بے وضو اذان واقامت کہنا	″
جنابت کی حالت میں اذان و اقامت کہنا	″
کھڑے ہوکر اذان واقامت کہنا	۴۴
بیٹھکر یا سواری پر اذان واقامت کہنا	″
قبلہ رو ہوکر اذان واقامت کہنا	۴۵
کلمات اذان کو کھینچنا	۴۶
اذان واقامت کے الفاظ کو ساکن کرنا	۴۹
کلماتِ اقامت پر اعراب پڑھنا	″
اذان کہتے ہوئے کانوں کے سوراخ بند کرنا	۵۰
کانوں پر صرف ہاتھ رکھنا	۵۱
اقامت میں کانوں پر ہاتھ نہ رکھے	″
حیعلتین پر التفات۔	″
تحویل کا طریقہ	۵۲
منارہ کشادہ ہو تو کیا کرے؟	″
اقامت میں تحویل	۵۳
اذان واقامت کے کلمات آگے پیچھے کرنا	۵۴

مضمون	صفحہ
فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم بھول جانا	۵۵
الفاظ ماثورہ اور عربی زبان میں اذان واقامت کہنا	〃
شبیوں کی اذان کافی نہیں	۵۶
ٹیپ ریکارڈ سے اذان	۵۷
وقت سے پہلے اذان واقامت کہنا	〃
زوال سے پہلے جمعہ کی اذان دینا	۵۸
فجر کی اذان میں تاخیر ہوجائے تو؟	〃
اذان واقامت کے درمیان چلنا	۵۹
اذان واقامت کے درمیان گفتگو کرنا	〃
اذان واقامت کے درمیان مرتد ہوجانا	۶۰
اذان واقامت کے درمیان حدث پیش آنا	۶۱
اذان واقامت کے درمیان موت یا غشی وغیرہ پیش آنا	〃
اذان واقامت کے درمیان فصل	۶۲
نمازیوں کے کم ہونے کی وجہ سے تاخیر کرنا	۶۵
امام وغیرہ کی خاطر تکبیر میں تاخیر کرنا	۶۶
اقامت کہنا کس کا حق ہے؟	〃
جمعہ کی اقامت کہنا کس کا حق ہے؟	۶۷
اگر امام نے اذان کہی ہو تو اقامت کون کہے	۶۸
متنفل کا اقامت کہنا	〃
اقامت کا اعادہ	〃
نماز فاسد ہونے کی صورت میں اذان واقامت کا حکم	۶۹
اقامت شروع ہونے پر کھڑا ہونا	〃

مضمون	صفحہ
مسجد میں اذان کہنا	۷۳
اذانِ خطبہ مسجد میں کہنا سنت ہے	۷۵
اذان خطبہ خطیب سے کتنے فاصلہ پر کہی جائے؟	۷۷
تنہا آدمی کیلئے اذان واقامت کا حکم	〃
گھر میں اذان واقامت کا حکم	۷۹
محلہ میں اذان نہ ہوئی ہو تو؟	۸۰
جماعت کے بعد مسجد میں نماز ادا کرنے کی صورت میں اذان واقامت کا حکم	〃
راستہ کی مسجد میں اذان واقامت کا حکم	〃
شہر میں جمعہ کے دن ظہر کیلئے اذان واقامت کا حکم	〃
عورتوں کے لئے اذان واقامت کا حکم	۸۱
سفر میں اذان واقامت کا حکم	〃
قضا نماز کیلئے اذان واقامت کا حکم	۸۲
قضا نماز کیلئے اذان کہنے کا طریقہ	〃
چند قضا نمازوں کیلئے اذان واقامت کا حکم	۸۳
فجر کی قضا نماز کیلئے اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا	۸۴
اذان واقامت کے کچھ کلمات وقت سے پہلے کہنا	〃
تکبیر میں قد قامت الصلوۃ بھول جانا	〃
جمعہ کی نماز چند جگہ ہو تو کب خرید و فروخت چھوڑ کر جمعہ کیلئے روانہ ہونا واجب ہے؟	۸۵

مؤذن کے آداب واحکام

مضمون	صفحہ
مؤذن کا عاقل، بالغ، عالم اور نیک مرد ہونا	۸۶
مؤذن کا نماز کے اوقات سے باخبر ہونا	〃
مؤذن کا بلند آواز اور خوش الحان ہونا	۸۷
مقررہ مؤذن ہی اذان کہے	۸۸

مضمون	صفحہ
دو مسجدوں میں اذان کہنا	″
پست آواز کا اذان کہنا	۸۹
بلا اجازت اذان کہنا	″
اذان کے درمیان کھانسنا	″
ننگے سر اذان کہنا	″
جوتے پہن کر اذان کہنا	″
اذان پر اُجرت لینا	″
تنخواہ لینے کی صورت میں اذان و اقامت کا ثواب	۹۰
پاگل، بے وقوف، مدہوش، عورت اور ناسمجھ بچے کا اذان و اقامت کہنا	۹۱
سمجھدار بچے کا اذان و اقامت کہنا	۹۲
خُنثیٰ اور زنخے کا اذان و اقامت کہنا	″
اندھے کا اذان و اقامت کہنا	۹۳
جاہل اور ان پڑھ کا اذان و اقامت کہنا	۹۴
حضورؐ کی پیشین گوئی	۹۵
نومسلم اور ولد الزنا کا حکم	۹۶
فاسق کی تعریف	″
فاسق کا حکم	۹۷
سُودی، شرابی، جُواری، زانی، چور ڈاکو اور جادوگر کا حکم	″
کبوتر باز، تیر باز اور پتنگ باز کا حکم	″
والدین کی نافرمانی کرنے والے یتیم کا مال کھانے والے اور قاتل و غاصب کا حکم	″
ڈاڑھی منڈانے والے یا ایک مُشت سے کم کرانے والے کا حکم۔	۹۸
نسبندی کرانے والے کا حکم	″
ویڈیو اور سینما دیکھنے والے کا حکم	″
گالیاں بکنے والے کا حکم	″
کس صورت میں فاسق کی اذان مکروہ نہیں؟	۹۹
تائب و مشکوک کا حکم	″
صحابۂ کرام اور علماء و مشائخ کو بُرا بھلا کہنے والے کا حکم	″
غیر مقلد، مودودی اور بدعتی کا حکم	۱۰۱
غیر مسلم کا اذان کہنا	″
قادیانی و شیعہ کا اذان کہنا	۱۰۲
مؤذن کو اذان کا ثواب کب ملے گا؟	″
نماز کے اوقات	۱۰۳
اجابت اذان و اقامت	
اجابتِ اذان کا طریقہ	۱۰۵
صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ ثابت نہیں لیکن کہنا مستحب ہے	″
اذان کا جواب دینے پر جنت کی بشارت	۱۰۶
اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے	۱۰۷
اذان و اقامت کے جواب کا مسنون طریقہ	۱۰۸
کیا اذان کا جواب دینا واجب ہے؟	″
عورتوں کیلئے بھی اذان کا جواب دینا مستحب ہے	۱۰۹
بے وضو اور جُنبی بھی اذان کا جواب دے	″
حیض و نفاس کی حالت میں اذان کا جواب دینا	″
ہم بستری کے وقت اور پیشاب پاخانے کی حالت میں جواب دینا	۱۱۰
وہ حالات جن میں اذان کا جواب دینا ضروری نہیں	″
نماز کی حالت میں اذان و اقامت کا جواب دینا	″

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تلاوت کرتے ہوئے جواب دینا	۱۱۱	وَسِیلہ اور مقام محمود کی تفصیل	۱۲۳
اذان ختم ہونے کے بعد جواب دینا	"	اذان کے بعد دُعا میں ہاتھ اٹھانا	۱۲۴
اذان واقامت کی آواز نہ سنے تو جواب دینا ضروری نہیں	۱۱۲	اذان واقامت کے درمیان دُعا کرنا	۱۲۵
		اذانِ مغرب کے وقت کیا دعا کرے؟	۱۲۶
اذان واقامت کے کچھ کلمات سنے تو جواب دینا مستحب ہے۔	"	اذان کے بعد مسجد سے نکلنا	۱۲۷
حاضرین مسجد پر اذان کا جواب ضروری ہے	"	**اذان واقامت کے دیگر مواقع**	
اذان واقامت سن کر کھڑا ہونا	۱۱۳	بچے کے کان میں اذان واقامت کہنا	۱۲۸
اذان واقامت سننے کی حالت میں سلام وکلام کرنا	۱۱۴	بچے کے کان میں اذان پڑھتے وقت چہرہ پھیرنا۔	۱۲۹
غیر مسنون اذان واقامت کا جواب دینا مستحب نہیں	"	بچے کے کان میں اذان کہنے کا طریقہ	"
		غمگین کے کان میں اذان پڑھنا	"
چند اذانوں کا جواب دینا	"	بداخلاق کے کان میں اذان پڑھنا	۱۳۰
خطبہ کی اذان کا جواب دینا	۱۱۷	شیطان کے پریشان کرنے اور ڈرانے کے وقت اذان کہنا	"
اذان کی دعا کا مسنون طریقہ	۱۱۹		
دُعاءِ وَسِیلہ	۱۲۰	غول بیابانی (بھوتوں) کو دیکھ کر اذان کہنا	۱۳۱
وَالدَّرَجَۃَ اور وَارْزُقْنَا وغیرہ کا ثبوت	"	اذان کے چند اور مواقع	"
دوسری دُعا	۱۲۲	**اذان واقامت سے متعلق بدعات ورسوم**	
سب حدیثوں پر عمل کرنیکا طریقہ	"		

مضمون	صفحہ
بدعت کی نحوست	۱۳۳
قبر پر اذان دینا	"
آندھی، بارش اور وبا کے وقت اذان کہنا	۱۳۷
فتنہ کے وقت اذان کہنا	"
اذان میں حیَّ علیٰ خیرِ العمل کہنا	۱۳۸
اذان واقامت میں "سیّدنا" کہنا	۱۳۹
اذان واقامت سے پہلے اَعُوذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا	۱۴۰
اذان واقامت سے پہلے دُرود شریف پڑھنا	"
رَسُولُ اللّٰہ کہے جانے پر انگوٹھے چومنا	"
اذان دائیں طرف اور اقامت بائیں طرف کہنا	۱۴۱
اقامت کے وقت ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے	۱۴۲
اقامت کے وقت امام کا پُشت پھیرنا	"
اقامت سے پہلے امام کا مصلّے پر آنا	۱۴۳
اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا	"
اذانِ فجر سے پہلے قرآن وتسبیح پڑھنا یا وعظ ونصیحت کرنا	۱۴۳
جمعہ کی دو اذانوں کے درمیان کچھ کہنا بدعت ہے	۱۴۴
تثویب کی تعریف	۱۴۵
تثویب کا حکم	"
تثویب کی تاریخ	۱۴۶
تثویبِ خاص کا حکم	۱۴۸
گھر گھر پھر کر بیدار کرنا	۱۵۰
اذان کے بعد یا پہلے گھنٹہ یا نقارہ بجانا	۱۵۲
مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان کرنا	۱۵۳
چند ضروری مسائل	
پروگرام کے بغیر نماز کیلئے جگانا	۱۵۴
بیوی بچوں کو بیدار کرنا	"
طلبہ اور ماتحتوں کو بیدار کرنا	۱۵۶
جگانے کے لئے کسی کو ذمہ دار بنانا	۱۵۷
جلسوں اور اجتماعوں میں ایک دوسرے کو بیدار کرنا	۱۵۸
خاتمۂ کلام	"



از فقیہ النفس حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم
محدث کبیر دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ، وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امّا بعد

پنج وقتہ اذان واقامت اللہ کی طرف دعوت ہے، عرف کے اعتبار سے تو یہ دعوتِ خاص ہے، یعنی صرف نماز کیلئے بلاوا ہے مگر اپنے مضمون کے اعتبار سے یہ دعوت عام بھی ہے، یعنی دین کی طرف بھی بلاوا ہے۔ اور ارشاد باری ہے

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ: اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (حٰمٓ السجدۃ آیت ۳۳)	اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو لوگوں کو، اللہ کی طرف بلاتا ہے، اور خود بھی نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

بے شک اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوسکتا! پس ہر مومن کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، مومن پر مومن ہونے کی حیثیت سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے قول وعمل سے دوسروں کو دین کی طرف بلائے اور دعوت دے، اس دعوت کا ایک بہترین طریقہ اذان ہے، اذان میں دین کی تمام

دعوت سمیٹ لی گئی ہے، کیونکہ دین کے بنیادی عقیدے توحید و رسالت ہیں، اور توحید کا سب سے پہلا نتیجہ اللہ کی عظمت و کبریائی ہے، چنانچہ اذان اللہ کی کبریائی کے اعلان سے شروع کی جاتی ہے، پھر توحید کا اور اس کے بعد رسالتِ محمدی کا اعلان کیا جاتا ہے، یہی دو عقیدے کلمۂ طیبہ میں جمع کئے گئے ہیں، کلمۂ طیبہ ہے:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ـــــــ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے ـــ اور ـــ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول (پیغام پہنچانے والے) ہیں۔

ان دو باتوں کو تسلیم کرتے ہی آدمی مؤمن ہو جاتا ہے، پھر اس کے ذمّہ لازم ہو جاتا ہے کہ جو دین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے لاکر انسانوں کو دیا ہے اس کی پیروی کرے، کیونکہ یہ دین اس کے خالق و مالک کی طرف سے آیا ہے

اس دین کی بہت تفصیلات ہیں، اور وہ متعدد اجزاء سے مرکب ہے، مگر ان میں بنیادی عمل "نماز" ہے، اسی پر سارے دین کی عمارت استوار ہوتی ہے،

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تمام صوبوں کے گورنروں کے نام جو گشتی فرمان جاری کیا تھا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ:

اِنَّ أَھَمَّ اَمْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلوٰۃُ، فَمَنْ حَفِظَھَا وَحَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ، وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا أُضْیَعُ (مؤطا مالک)

مسلمانوں کے معاملات میں سب سے اہم معاملہ میرے نزدیک نماز ہے، جو شخص اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس پر مداومت کرتا ہے وہ اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے، اور جو نماز کو ضائع کرتا ہے وہ اور چیزوں کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔

اس لئے توحید و رسالت کے بعد تیسرا اعلان "نماز" کا کیا جاتا ہے ـــــ

اوراس کے بعد "نماز" کا فائدہ بتایا جاتا ہے، اور وہ ہے دارین کی کامیابی، نماز میں آخرت کی کامیابی تو ظاہر ہے، دنیا کی کامیابی بھی اسی میں مضمر (پوشیدہ) ہے، لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں، لوگ اس خیالِ خام میں مبتلا ہیں کہ دنیا کی کامیابی مال کے ساتھ وابستہ ہے، حالانکہ انسان غور کرے تو دنیا کی کامیابی مال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے، بلکہ دل کے سکون کے ساتھ وابستہ ہے، بے حساب مال ہو، مگر قلب کو سکون میسر نہ ہو تو وہ مال خاک ہے، اور حسبِ ضرورت مال ہو، یا کچھ بھی نہ ہو مگر دل کو سکون نصیب ہو تو وہ شہنشاہِ دوعالم ہے، اور دل کو سکون نماز سے حاصل ہوتا ہے، کیونکہ نماز کا سب سے اہم مقصد یادِ الٰہی ہے، ارشاد ہے:۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ نماز کا سب سے بڑا فائدہ اللہ کی یاد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے، سکونِ قلبی کا کوئی اور ذریعہ ہے ہی نہیں، ارشاد ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ سنو! اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

الغرض دنیا میں خوش نصیب وہی شخص ہے جس کو سکونِ قلبی کی دولت میسر ہے، اور یہ مایہ ذکرِ خداوندی سے ملتی ہے، اور نماز ذکرِ الٰہی کا سب سے بڑا اور سب سے بہتر ذریعہ ہے، اس لئے سکونِ قلبی کے خواہش مند آئیں نماز کی طرف، یہیں سے ان کو یہ دولت ملے گی۔

اور آخر میں پھر دوبارہ اللہ کی عظمت وکبریائی اور توحید کا اعلان کرکے یہ دعوت تمام کی جاتی ہے، اور فجر کی اذان میں، اور اقامت میں وقت اور موقع کی رعایت سے ایک جملہ بڑھایا جاتا ہے، مگر ہمارے عجمی معاشرہ کی کم نصیبی ہے کہ ہم عربی نہیں جانتے اسلئے ہمیں اذان میں دی جانیوالی اس دعوت کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔

پھر یہ دعوت صرف اپنوں ہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ جو بندے اللہ سے برگشتہ ہیں ان کو بھی روزانہ پانچ مرتبہ دین اسلام کے بنیادی عقائد واعمال کی دعوت دیجاتی ہے، اور اسکے فوائد وبرکات سے ان کو واقف کیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے یہ دعوت شیطان پر بہت زیادہ بھاری ہوتی ہے، اور وہ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اتنی اہم دعوت کے لئے داعی بھی منتخب ہونا چاہئے، ہمیشہ کام کی اہمیت کے مطابق ہی کام کرنے والے کا انتخاب کیا جاتا ہے، نیز نفس دعوت کے بھی احکام و آداب ہیں، اس لئے ضرورت ایک ایسی کتاب کی تھی جس میں اذان واقامت کے سلسلہ کے تمام ضروری مسائل مُدَلّل ومُفصّل بیان کئے گئے ہوں، اور ساتھ ہی کتاب عام فہم بھی ہو، تاکہ ہر معیار کے لوگ کتاب سے استفادہ کرسکیں۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ برادرِ عزیز جناب مولانا محمد امین صاحب پالنپوری استاذ دارالعلوم دیوبند نے اس طرف توجہ کی اور ایک مفصّل اور جامع کتاب تصنیف فرمائی، میں نے یہ کتاب بغور پڑھی ہے، میری دانست میں اس میں بیان شدہ تمام مسائل صحیح ہیں، ہر مسئلہ کا مفصّل حوالہ موجود ہے، اور خوبی کی بات یہ ہے کہ موقع بہ موقع احادیث نبویہ ذکر کی گئی ہیں، جن سے کتاب کا لطف دوبالا ہوگیا ہے۔

میرے علم میں اسلامی کتب خانہ میں اتنی مُفصّل ومُدلّل کوئی کتاب موجود نہیں ہے، اور کسی چیز کو حرف آخر تو نہیں کہا جاسکتا؛ مگر یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب اسلامی کتبخانہ میں ایک نہایت ہی خوشگوار اضافہ ہے

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی یہ محنت قبول فرمائیں، اور اسکو امّت کیلئے نافع بنائیں

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

كتبہ :. سعید احمد عفی اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ



عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی کتب علیٰ عبادہ الصلوٰۃ کتابا موقوتا، والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی بعث داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا، وعلیٰ الہ واصحابہ الذین سیماھم فی وجوھھم بھجۃ وسرورا۔ اما بعد:۔

نماز اہم ترین فریضۂ خداوندی ہے، اور تقرّب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے، اس لئے اس سے تعلق رکھنے والے امور اذان واقامت کا شعارِ دین ہونا ظاہر ہے، ان کا احترام واہتمام وہی شخص کرتا ہے جس کے پاس تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت ہے۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

لیکن اس شعار کی حقیقت واہمیت اور عظمت وفضیلت سے ناواقفیت کی بنا پر اسکو ملّاؤں اور کم درجہ لوگوں کا پیشہ خیال کیا جاتا ہے، نیز اذان کو عام طور پر صرف نماز کا اعلان سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ آسمانی منشور اور دین کی تبلیغ اور مؤثر دعوت بھی ہے جو روزانہ ہر مسجد سے پانچ مرتبہ نشر کی جاتی ہے تاکہ مسلمان غیر اسلامی دعوت کا شکار ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کرلیں ـــــ اذان واقامت کی اس اہمیت کا تقاضا تھا کہ ہمارے مؤذن عالم وفاضل، خوش الحان اور قابل اعتماد دیندار حضرات ہوتے، مگر آج کل عام طور پر مؤذن ایسے رکھے جاتے ہیں جو اذان و اقامت کی اہمیت وفضیلت سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، جس سے متولّی اور مؤذن حضرات خصوصًا اور تمام مسلمان عمومًا اذان و اقامت کی حقیقت واہمیت اور عظمت وفضیلت سے واقف ہوسکیں۔

اس موضوع پر بازار میں جو کتابیں دستیاب ہیں وہ جامع نہیں ہیں، کسی میں صرف فضائل ہیں تو کسی میں فقط مسائل، اور مسائل بھی تشنہ ہیں، اسلئے احقر نے اللہ جلّ شانہٗ کا نام لیکر یہ کتاب مرتب کی ہے، اور اس میں درجِ ذیل امور کا لحاظ رکھا ہے۔

① اذان واقامت کی حقیقت واہمیت اور فضیلت وبرکت بیان کرنے کے بعد اذان واقامت سے متعلق تمام آداب واحکام اور بدعات ورسوم بیان کئے گئے ہیں، اور کوشش کی گئی ہے کہ تمام ضروری باتوں کے لئے یہ کتاب جامع ہو۔

② مسائل جن کتابوں سے لئے گئے ہیں ان کا صرف حوالہ نہیں دیا گیا، بلکہ عبارت ذکر کی گئی ہے، اور جہاں ضرورت سمجھی گئی عبارت کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے، یہ بات قاری کے لئے زیادہ تشفی بخش ہوتی ہے۔

③ عام طور پر فقہی عبارت ذکر کرنے کے بعد وہ احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں جن سے فقہاء کرام نے مسئلہ مستنبط کیا ہے تاکہ مسئلہ کا ماخذ معلوم ہو جائے، اور حدیث شریف کی برکات بھی قاری کو حاصل ہوں۔

④ اختلافی مسائل کو بہت سلجھا کر بیان کیا گیا ہے، اور سب سے زیادہ معتدل قول اختیار کیا گیا ہے اور اس کو اس طرح مُدَلّل اور مُبَرہَن کیا گیا ہے کہ کم پڑھے لکھے حضرات بھی مسئلہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔

⑤ اس کتاب کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ اس کو مرتب کرنیکے بعد علمی دنیا کی مشہور شخصیت فقیہ النفس حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم محدثِ کبیر دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، آپ نے نہ صرف مسائل کی تصحیح فرمائی ہے، بلکہ اس کی نوک پلک بھی درست کی ہے۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ تعالیٰ خیرًا۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو سب کے لئے صلاح وفلاح کا ذریعہ اور راقم سطور کے لئے نجات وکامرانی کا زینہ بنائیں۔ (آمین یَارَبَّ العٰلَمِین)

محمد امین پالنپوری غفرلہٗ ولوالدیہ
خادم دارالعلوم دیوبند، ۱۵ر رجب ۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان واقامت کی تاریخ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ میں فروکش[1] ہوئے، اور نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے مسجد نبوی بنائی گئی، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ جماعت کا وقت قریب ہونے کی عام اطلاع کیلئے اعلان کا کوئی خاص طریقہ تجویز کیا جائے، تاکہ سب حضرات جماعت میں شریک ہوسکیں، اور کوئی شخص جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہ جائے۔

چنانچہ سن ایک ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں مشورے کے لئے لوگوں کو جمع کیا، کسی نے کہا کہ اس کے لئے بطور علامت کوئی جھنڈا بلند کرنا چاہئے، لوگوں کی نگاہ جب اس پر پڑے گی تو ایک دوسرے کو اطلاع کردیں گے، کسی نے رائے دی کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنی چاہئے، کسی نے مشورہ دیا کہ جس طرح یہود کے عبادت خانوں میں نرسنگا[2] بجایا جاتا ہے ہمیں بھی نرسنگا بجانا چاہئے، کسی نے نصاریٰ کے ناقوس[3] کی تجویز پیش کی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی بات پر اطمینان ظاہر نہیں فرمایا

[1] فروکش ہونا، یعنی ٹھہرنا، مقام کرنا ۱۲ [2] نرسنگا: ایک قسم کا بجانے کا سینگ ہوتا ہے
[3] ناقوس: نقارہ ۱۲۔

بلکہ بعض تجاویز یہ فرما کر رد کر دیں کہ یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ نماز کا وقت ہونے پر کوئی آدمی بھیجا جائے جو محلہ در محلہ گھوم کر اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ (نماز تیار ہے) کا اعلان کرے، آپؐ نے یہ تجویز پسند فرمائی، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا، مگر کسی وجہ سے اس تجویز پر فوری عمل شروع نہیں ہو سکا، البتہ اس معاملہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی فکر مندی نے بہت سے صحابۂ کرام کو فکر مند کر دیا۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان سے متعلق خواب دیکھا، مگر کسی وجہ سے انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خواب کا تذکرہ نہیں کیا، یہاں تک کہ ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن زید بن عَبْدُ رَبِّہٖ نے اذان کے متعلق خواب دیکھا، اور آنکھ کھلتے ہی تہجد کے وقت خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان شاء اللہ یہ خواب سچا اور منجانب اللہ ہے"

اس وقت جو صحابہ مسجد میں تھے، یا مسجدِ نبویؐ سے مُتَّصِل حجروں میں رہتے تھے وہ سب جمع ہو گئے تھے، اُن میں حضرت عمرؓ بھی تھے جو اس واقعہ سے بیس[۲۰] روز پہلے ایسا ہی خواب دیکھ چکے تھے، مگر جب حضرت عبداللہ سَبقَت کر گئے تو اس مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب بیان کرنا پسند نہیں کیا، انھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں عبداللہ یہ نہ سمجھیں کہ عمرؓ ان کی فضیلت چھیننا چاہتے ہیں

جس وقت حضرت عبداللہ نے خواب دیکھا تھا وہ بیمار تھے، نیز ان کی آواز بھی پست تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ نمازِ فجر کا وقت ہونے پر تم بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہونا اور کلماتِ اذان ان کو

بتلانا، تاکہ وہ بلند آواز سے پکاریں، کیونکہ ان کی آواز بلند ہے ـــــــ اس کے بعد سب حضرات منتشر ہو گئے۔

جب نمازِ فجر کا وقت ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت بلالؓ نے اذان دینی شروع کی، رات کے سنّاٹے میں اور پہاڑوں کے جُھرمٹ میں جب صوتِ بلال گونجی تو پُرکیف سماں بندھ گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر وجد طاری ہو گیا، وہ فوراً چادر گھسیٹتے ہوئے خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا جیسا عبداللہ نے دیکھا ہے، آپؐ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! مگر تم نے اس وقت جب عبداللہ نے خواب بیان کیا تھا اپنے خواب کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا: یارسول اللہ! عبداللہ نے یہ فضیلت آگے بڑھ کر حاصل کر لی، اس لئے مجھے تذکرہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی ـــــــ اسی دن سے اذان کا یہ نظام قائم ہوا ہے جو آج تک اسلام اور مسلمانوں کا خاص شعار ہے، اب اس سلسلہ کی روایات پڑھئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان (ہجرت کرکے) مدینہ آئے تو نماز کے لئے لوگ اندازے سے جمع ہوتے تھے، کوئی نماز کے لئے پکارتا نہیں تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں مشورہ ہوا، کسی نے کہا: نصاریٰ کے ناقوس جیسی کوئی چیز (اعلان کے لئے) بنالی جائے، اور کسی نے مشورہ دیا کہ: یہود کے نرسنگھے جیسی کوئی چیز بنالی جائے، آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ: کیوں نہ کسی شخص کو بھیجا جائے، جو (پھر کر) نماز کا اعلان کر دیا کرے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! تم تیار ہو جاؤ، اور نماز کے لئے پکارا کرو۔ (مشکوٰۃ ص۶۲)

حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اَبُو عُمَیْرؒ اپنے کسی چچا سے ـــــــ

جو انصاری صحابی ہیں ــــــ روایت کرتے ہیں کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے فکر ہوئی کہ اس کے لئے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے؟ اور کیا تدبیر اختیار کی جائے؟ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا نصب کیا جائے، جب لوگوں کی نگاہ اس پر پڑے گی تو ایک دوسرے کو اطلاع کر دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے پسند نہ آئی، راوی کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپؐ کے سامنے یہود کے نرسنگے کا بھی تذکرہ آیا، آپؐ نے فرمایا: وہ تو یہود کی چیز اور اُن کا طریقہ ہے، چنانچہ آپؐ نے اس کو پسند نہیں فرمایا، پھر آپؐ کے سامنے نقارے کا تذکرہ آیا، آپؐ نے فرمایا: وہ نصاریٰ کا طریقہ اور ان کی چیز ہے۔ (اس گفتگو پر مجلس برخاست ہو گئی، اور سب لوگ منتشر ہو گئے)

حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ بھی واپس چلے گئے، مگر اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی فکرمندی نے ان کو بہت زیادہ فکرمند بنا دیا تھا، پھر (چند دنوں کے بعد) حضرت عبداللہ بن زید نے اذان سے متعلق خواب دیکھا، اور صبح سویرے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! رات جبکہ میں نیم خوابی کی حالت میں تھا، میرے پاس کوئی آیا، اور اُس نے مجھے اذان کہہ کر سُنائی۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہی خواب اس سے پہلے دیکھا تھا، لیکن انھوں نے اس کو بیسؔ روز تک چھپائے رکھا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: چونکہ عبداللہ مجھ سے سبقت کر گئے اس لئے مجھے کچھ حجاب محسوس ہوا۔ (ابوداؤد ج۱ ص۷۱)

مفصل خواب حضرت عبداللہ بن زید کے صاحبزادے محمد بیان کرتے ہیں کہ

میرے والد ماجد نے مجھ سے بیان کیا کہ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کے بارے میں حکم دیا کہ وہ بنوایا جائے تاکہ اس کے ذریعہ نماز کا اعلان کیا جائے تو خواب میں میرے سامنے ایک شخص آیا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے تھا، میں نے اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تم یہ ناقوس بیچتے ہو؟ اس نے کہا: تم اس کو کیا کروگے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعہ اعلان کرکے لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کریں گے، اس نے کہا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس کام کے لئے نقارہ سے بہتر ہے؟ میں نے کہا: ہاں ضرور بتاؤ! اس نے کہا: کہو:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ پوری اذان بتاکر وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور ہٹ گیا، اور تھوڑے وقفہ کے بعد اس نے کہا: پھر جب نماز شروع کرو تو اقامت (تکبیر) کہو:

(حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ) جوں ہی صبح ہوئی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ آپ کو بتایا، آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ! یہ خواب حق ہے۔ (اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ) تم بلال کے ساتھ کھڑے ہوکر اُن کو وہ کلمات بتاؤ جو تم نے خواب میں دیکھے ہیں، اور وہ ان کلمات کو پکار کر کہیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے،

چنانچہ میں حضرت بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہوا، اور وہ کلمات اُن کو بتائے، اور انھوں نے اذان دی —— حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سُنی تو وہ جلدی سے اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا جیسا عبداللہ نے دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ! (ابوداؤد ج۱ ص۷۲)

تنبیہ بعض روایتوں میں حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور دیگر چند صحابۂ کرام کا اذان کے بارے میں خواب دیکھنا بیان کیا گیا ہے، مگر محدّثین کے نزدیک وہ رِوایتیں ثابت نہیں ہیں[1]

اذان کی مشروعیّت حکم نبویؐ اور قرآن کریم سے ہے۔

اذان واقامت کی مشروعیّت[2] صرف خواب سے نہیں ہے، کیونکہ انبیاء کرام کے علاوہ کسی کا خواب حُجّت نہیں ہے، بلکہ اذان واقامت کی مشروعیّت ابتداءً تائیدِ نبویؐ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی تھی، پھر قرآن پاک نے اس آیت کے ذریعہ اس حکم کی توثیق وتصدیق فرمائی، ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (سُوْرَۃُ جُمُعَہ)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔

مَعارفُ السُّنَن میں ہے

كَانَ العملُ بأمْرِ النبي صلى الله عليه وسَلم لَا برُؤْيا صحابي فقط، ثُمَّ تَلاهُ الوَحْيُ المَتلُوُّ في التنزيل

اذان کا عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا، صرف صحابی کے خواب سے نہیں تھا، پھر قرآن کریم نے آپؐ کے

---

[1] فتح الباری ج۲ ص۶۲، معارف السنن ج۲ ص۱۶۹ ، [2] مشروعیّت یعنی جواز

بِتَقْرِيْرِهٖ وَتَصْدِيْقِهٖ، فَاٰلُ مُنْتَهَى التَّشْرِيْعِ اِلٰى وَحْيٍ مَّتْلُوٍّ (ص ۱۶۹ ج ۲)

حکم کی توثیق وتصدیق فرمادی، پس انتہاء کے اعتبار سے اذان کی مشروعیّت وحیٔ مَتْلُوْ یعنی قرآن کریم سے ہے۔

اذانٗ واقامتٗ کی جامعیّتٗ

اذان واقامت بظاہر اوقاتِ نماز کا اعلان اور نماز کا بلاوا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایسے جامع کلمات الہام فرمائے ہیں جو دینِ اسلام کی رُوح اور دین کے بنیادی اصُولوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں ـــــ تعلیماتِ اسلام میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مسئلہ ہے اس بارے میں اسلام کا جو نظریہ ہے اس کے اعلان کے لئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ (اللہ سب سے بڑا ہے) سے بہتر اور زوردار الفاظ نہیں ہو سکتے، اس کے بعد عقیدۂ توحید کا نمبر ہے، اس کے لئے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں) جیسا جاندار اور مؤثر اور کوئی مختصر کلمہ نہیں ہے ـــــ پھر اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں، یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ کیسے جانا جائے؟ اس کے جواب میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول (پیغامبر) ہیں) سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ (نماز کے لئے آؤ!) کے ذریعہ اس نماز کی دعوت دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور اُس سے رابطہ قائم کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، ـــــ پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ (کامیابی کی طرف آؤ) کے ذریعہ اس بات کا اعلان کیا جاتا ہے کہ یہی راستہ فلاح یعنی نجات وکامیابی کا راستہ ہے، جو لوگ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے، اس جملہ میں عقیدۂ آخرت کا اعلان ہے، اور ایسے الفاظ کے ذریعہ

اعلان ہے کہ صرف عقیدے کا علم نہیں ہوتا، بلکہ وہ زندگی کا سب سے اہم اور قابلِ غور وفکر مسئلہ بن جاتا ہے اور آخر میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذریعہ دوبارہ اعلان کیا جاتا ہے کہ عظمت وکبریائی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، وہی بلا شرکتِ غیر، معبودِ برحق ہیں، پس لوگوں کو چاہئے کہ اسی کی خوشنودی کو اپنا مقصود ومطلوب بنائیں۔

غور کیجئے! اذان واقامت کے لئے منتخب کردہ کلمات میں دین کے بنیادی اصولوں کا کس طرح احاطہ کیا گیا ہے! کتنا جامع اعلان ہے! اور کتنی جاندار اور مؤثر دعوت ہے! گویا ہر مسجد سے روزانہ پانچوں وقت دین کی یہ تبلیغ اور مؤثر دعوت نشر کی جاتی ہے، تاکہ لوگ کسی غیر اسلامی دعوت کا شکار ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں۔ (ماخوذ از معارف الحدیث ج ۳ صفحہ ۱۵۴)

اذان، اقامت اور مؤذن کی فضیلت

احادیث میں اذان واقامت اور مؤذن کی غیر معمولی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، ذیل میں ہم چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے، تاآنکہ (یعنی اتنا دور چلا جاتا ہے کہ) اذان کی آواز سن نہ سکے۔ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے، پھر جب نماز کے لئے اقامت (تکبیر) کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے، پھر جب تکبیر پوری ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے، اور انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، ایسی ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو

انسان کو یاد نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ انسان کا یہ حال ہوجاتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں! (مشکوٰۃ صہ ۶۴)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:-

شیطان جب نماز کی پکار یعنی اذان سنتا ہے تو مقام رَوحا کی مسافت تک چلا جاتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ "رَوحا" مدینہ سے ۳۶ میل ہے (مشکوٰۃ صہ ۶۴)

تشریح: مذکورہ دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ اذان واقامت جو درحقیقت توحید وایمان کی پکار ہیں، یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب اور سب سے زیادہ پسند ہیں، اور اس کے نیک بندے ان کو سن کر مسجدوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں، مگر شیطان مردود کیلئے یہ چیزیں بم کے گولے ہیں جو اس کے لئے قابل برداشت نہیں ہیں، اس لئے جب منادی اذان شروع کرتا ہے تو شیطان اس کو سن کر ایسا بھاگتا ہے جیسا شیر کو دیکھ کر گدھا بھاگتا ہے۔

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

مؤذن کی آواز جہاں تک پہونچتی ہے وہاں تک جتنے جنات اور انسان اور جتنی چیزیں اس کی آواز سنتی ہیں وہ سب قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دیں گے۔ (مشکوٰۃ صہ ۶۴)

تشریح:- اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو اپنی معرفت کا کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ، (کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تعریف کے ساتھ

اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو
اس لئے جب مؤذن اذان دیتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی،
توحید ورسالت اور تعلیماتِ اسلامی کا اعلان کرتا ہے تو جن وانس کے علاوہ
اور مخلوقات بھی اس کو سنتی اور سمجھتی ہیں، اور قیامت کے روز مؤذن کے حق
میں سب گواہی دیں گے کہ اس نے ان باتوں کا اعلان کیا ہے —— یہ گواہی
بلاشبہ اذان اور مؤذن کے لئے بڑی فضیلت ہے۔ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
الْمُتَنَافِسُوْنَ (حرص کرنے والوں کو یہ فضیلت حاصل کرنے کیلئے حرص کرنی
چاہیئے!)

(۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:-

اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ (مشکوٰۃ ص۶۴)

اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے لمبی گردن والے (یعنی سربلند) ہونگے

تشریح اس حدیث میں جس سربلندی کی بشارت دی گئی ہے اس کا
وقوع اس طرح ہوگا کہ اذان کہنے والوں کو قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ٹھہرایا
جائے گا، جس کی وجہ سے یہ حضرات دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سربلند ہوں گے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ:-

قیامت کے دن تین (قسم کے) آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، ایک
وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کیا، اور اپنے آقا کا بھی، دوسرا وہ
شخص جو کسی قوم کا امام بنا، اور لوگ (اس کی پاکیزہ سیرت کی وجہ سے) اس سے
راضی اور خوش رہے، اور تیسرا وہ بندہ جو دن رات کی پانچوں نمازوں کی

روزانہ اذان دیا کرتا تھا۔ (مشکوۃ شریف ص۶۵)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جس شخص نے ساٹھ سال تک ثواب کی نیت سے اذان دی اس کیلئے جہنم کی آگ سے برا٫ت لکھ دی جاتی ہے۔ (مشکوۃ ص۶۵)

تشریح اذان واقامت اور مؤذن کی جو غیر معمولی فضیلتیں ان احادیث میں بیان کی گئی ہیں ان کا راز یہی ہے کہ اذان ایمان واسلام کا اہم شعار اور اپنے معنیٰ وترتیب کے لحاظ سے دین کی نہایت بلیغ اور جامع دعوت وپکار ہے، اور مؤذن اس کا داعی اور گویا اللہ تعالیٰ کا نقیب اور منادی ہے —— افسوس آج ہم نے اس حقیقت کو بالکل بھلادیا ہے، اور اذان کہنا ایک حقیر پیشہ بن گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اس عظیم ترین اجتماعی گناہ کو معاف فرمائیں، اور توبہ واصلاح کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ (معارف الحدیث جلد سوم)

اذان کی برکت جس بستی میں اذان کہی جاتی ہے وہ بستی اس دن اللہ پاک کے عمومی عذاب وآفت سے محفوظ ہو جاتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا اُذِّنَ فِیْ قَرْیَۃٍ اٰمَنَھَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ عَذَابِہٖ ذٰلِكَ الْیَوْمَ۔	جب کسی بستی میں اذان کہی جاتی ہے تو اللہ جل شانہٗ اس بستی کو اس دن اپنے عذاب سے محفوظ ومامون فرما دیتے ہیں۔

(ترغیب منذری ص۱۸۲ ج۱)

اذان کے مختلف طریقے احادیث میں اذان کے مختلف طریقے وارد ہوئے ہیں۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بلند آواز سے پکارے، اور باقی کلمات دو دو مرتبہ اور آخر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ بلند آواز سے پکارے، پس اذان کے کل پندرہ ۱۵ کلمات ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں یہی طریقہ وارد ہوا ہے، احناف اور حنابلہ نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بلند آواز سے پکارے، پھر دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اور دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ آہستہ کہے (یعنی جہراً کہے مگر بہت زیادہ جہر نہ ہو) اسکے بعد پھر سے دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اور دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ بلند آواز سے پکارے، اور باقی کلمات دو دو مرتبہ اور آخر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ بلند آواز سے پکارے، اس صورت میں اذان کے کل کلمات انیس ۱۹ ہوں گے۔

یہ "تَرْجِیْع" والی اذان کہلاتی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ نے اس طریقہ کو پسند کیا ہے، "تَرْجِیْع" کے معنی ہیں: لوٹانا، چونکہ حضرت ابو مَحْذُوْرہ رضی اللہ عنہ کو دوبار اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اور دو بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے کے بعد واپس لوٹایا تھا، اور دوبارہ بلند آواز سے کہلایا تھا اس لئے اس کو "تَرْجِیْع" کہتے ہیں۔

حضرت ابو مَحْذُوْرَہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی ہے، آپ نے فرمایا: کہو:-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

رَّسُوْلُ اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ۔

آپؐ نے فرمایا دوبارہ پھر کہو:۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (مشکوٰۃ ص۶۳)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں دو۲ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بلند آواز سے پکارے پھر دو۲ دو۲ مرتبہ شہادتین آہستہ سے کہے، اس کے بعد پھر دو۲ دو۲ مرتبہ شہادتیں بلند آواز سے پکارے، اور باقی کلمات دو۲ دو۲ مرتبہ اور آخر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ پکارے، اس صورت میں اذان کے کل کلمات سترہ۱۷ ہوں گے کیونکہ شروع میں تکبیر کے دو۲ ہی کلمے ہیں، اور ترجیع ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے اس طریقہ کو پسند کیا ہے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ اذان سکھائی:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ ـــــ پھر دوبارہ کہا ـــــ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(مسلم شریف ص۱۶۵ ج۱)

اقامت کے مختلف طریقے

اقامت (تکبیر) بھی احادیث میں مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے :۔

پہلا طریقہ :۔ یہ ہے کہ شروع میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، پھر اذان کے باقی کلمات دو دو مرتبہ کہے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے، پھر دو مرتبہ تکبیر اور آخر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہے، پس اقامت کے کل کلمات سترہ ۱۷ ہوں گے، احناف کے نزدیک اقامت کا یہ طریقہ افضل ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان کے انیس ۱۹ کلمات، اور اقامت کے سترہ ۱۷ کلمات سکھائے۔ (مشکوٰۃ ص ۶۳)

دوسرا طریقہ :۔ یہ ہے کہ شروع اور آخر میں دو دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اور دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے، اور اذان کے باقی کلمات ایک ایک مرتبہ کہے، اس صورت میں اقامت کے کل کلمات گیارہ ۱۱ ہوں گے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اسی طریقہ کو پسند کیا ہے، حضرت عبداللہ بن زید کا مفصل خواب جو پہلے ابوداؤد کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔ اس میں ہے کہ فرشتہ نے کہا کہ جب تم نماز شروع کرو تو اس طرح تکبیر کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

تیسرا طریقہ :۔ یہ ہے کہ شروع اور آخر میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو دو مرتبہ کہے، اور بقیہ تمام کلمات ایک ایک مرتبہ کہے حتیٰ کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ بھی ایک ہی مرتبہ کہے، اس صورت میں اقامت کے کل کلمات دس ۱۰ ہوں گے۔ یہی طریقہ امام مالکؒ

نے اپنایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَةَ (مسلم شریف صـ۱۶۴ ج۱)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان دُہری کہیں، اور اقامت اِکہری کہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضؓ کو کلماتِ اقامت ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم دیا گیا تو قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ بھی ایک ہی دفعہ کہا جائے گا۔ امام مالکؒ کے زمانہ میں اہل مدینہ کا عمل بھی یہی تھا، اور وہ امام مالکؒ کے نزدیک حُجّت (دلیل شرعی) ہے —— مگر عَلّامہ ابنُ القیّم رحؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہنا ثابت نہیں ہے، اور عَلّامہ ابنِ عبد البَرّ مالکی فرماتے ہیں کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ہر حال میں دَوْ مرتبہ ہے۔

اذانؔ واقامتؔ کا افضل طریقہ

اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ اذان واقامت کے جو مختلف طریقے احادیث میں وارد ہوئے ہیں، وہ سب بالاتفاق صحیح اور ثابت ہیں، اختلاف صرف افضلیت میں ہے، حضرت شاہ وَلی اللہ صاحب دہلویؒ نے اس سلسلہ میں بہت عمدہ بات فرمائی ہے کہ:

عِنْدِیْ اَنَّهَا کَاَحْرُفِ الْقُرْاٰنِ، کُلُّهَا شَافٍ کَافٍ (حجۃ اللہ صـ۱۹۱ ج۱)

میرے نزدیک اذان واقامت کے مختلف طریقے قرآن پاک کی مختلف قراتوں کے طرح ہیں، ہر طریقہ کافی، شافی ہے۔

لیکن احناف کے نزدیک اذان کے مذکورہ بالا تین طریقوں میں سے پہلا طریقہ

(پندرہ[۱۵] کلمات والا) راجح اور افضل ہے، کیونکہ حضرت[۱] بلال رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات میں اسی طرح اذان دیتے رہے ہیں، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی ترجیع والے واقعہ کے بعد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ ترجیع نہیں کرتے تھے، نہ اُن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترجیع کا حکم دیا، معلوم ہوا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی ترجیع اذان کے مقصد سے نہیں تھی جیسا کہ ان کے تفصیلی واقعہ سے واضح ہوگا ـــــ نیز حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں فرشتہ نے اسی طرح اذان کی تعلیم دی تھی۔

اسی طرح اقامت کے تین طریقوں میں سے احناف کے نزدیک پہلا طریقہ (سترہ[۱۷] کلمات والا) راجح اور افضل ہے، کیونکہ ۸ھ ہجری میں حنین سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح اقامت سکھائی تھی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے کہ۔

اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَةَ (مسلم شریف ج۱ ص۱۶۴)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اذان دُہری اور تکبیر اِکہری کہیں۔

اس کا مطلب احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اذان کے کلمات دو[۲] دو سانس میں کہے جائیں، اور تکبیر کے کلمات ایک سانس میں کہے جائیں۔ یعنی اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، دو[۲] مرتبہ دو[۲] سانس میں کہا جائے، اور تکبیر میں یہ دونوں کلمے ایک سانس میں کہے جائیں، کیونکہ اذان میں تَرَسُّلُ[۱] مطلوب ہے۔ اور اقامت میں اِسْرَاعُ[۲]، کیونکہ اذان کا مقصد اُن غائبین کو اطلاع دینا ہے جو مشاغل میں مشغول ہیں۔ اور تکبیر کا مقصد حاضرین کو آگاہ کرنا ہے جو نماز کیلئے تیار بیٹھے ہیں

اسی طرح اذان کے شروع میں جو تکبیر کے چار[۴] کلمات ہیں وہ چونکہ دو[۲] دو سانس میں کہے جاتے ہیں اس لئے وہ چار نہیں گنے جاتے، بلکہ دو[۲] کلمے گنے جاتے ہیں۔

---

[۱] تَرَسُّلُ: ٹھہرنا، آہستہ آہستہ کہنا ۱۲۔ [۲] اِسْرَاعُ: جلدی کرنا ۱۲

——اسی سے سترہ[۱] کلمات والی اذان کا جواب بھی واضح ہو جائے گا۔

ابو محذورہ کا مفصل واقعہ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان سکھانے کا واقعہ ۸ھ کا ہے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس لوٹ رہے تھے، اس واقعہ کی تفصیل جو مختلف روایتوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ بہت دلچسپ ہے، اور ایمان افروز بھی ہے، اس لئے اس کا مفصل تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کی مہم سے فارغ ہوئے، تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ حنین میں مشرکوں کے متعدد قبائل جمع ہوئے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، چنانچہ آپؐ نے لشکر کے ساتھ حنین کی طرف کوچ کیا، وہاں جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی جنگ سے فارغ ہو کر حضور واپس لوٹے اور راستہ میں ایک منزل پر لشکر نے پڑاؤ کیا۔

حضرت ابو محذورہ اس وقت نوجوان تھے، اور مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ اپنے نو۹ دوستوں کے ساتھ حنین کی طرف چل دیئے، خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں حضورؐ سے ہماری ملاقات ہوئی،

ابو محذورہ کہتے ہیں کہ کسی نماز کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان دینی شروع کی، ہم سب چونکہ اذان سے اور اذان دینے والے کے دین سے متنفر[۱] تھے، اس لئے ہم سب ساتھیوں نے مذاق اور تمسخر[۲] کے طور پر اذان کی نقل شروع کر دی، اور میں نے تو بالکل مؤذن کی طرح خوب بلند آواز سے نقل اتارنی شروع کر دی، ——رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری آوازیں سنیں تو

---

[۱] متنفر: نفرت کرنے والے ۱۲، [۲] تمسخر: ٹھٹھا کرنا ۱۲۔

ہم سب کو طلب فرمایا، چنانچہ ہم پکڑ کر آپؐ کے سامنے پیش کئے گئے، آپؐ نے پوچھا بتاؤ! تم میں سب سے بلند آواز کس کی تھی؟۔

ابو محذورہ کہتے ہیں کہ میرے سب ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا، اور بات بھی سچی تھی، میری ہی آواز سب سے بلند تھی، آپؐ نے اوروں کو تو چھوڑ دیا، مجھے روک لیا اور فرمایا: کھڑے ہو کر اذان کہو،

ابو محذورہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرا حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپؐ نے جس اذان کے دینے کا مجھے حکم دیا تھا، اس سے زیادہ ناپسند اور مبغوض کوئی چیز میرے لئے نہیں تھی، لیکن میں مجبور تھا، ناچار حکم کی تعمیل کے لئے کھڑا ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود مجھے کلماتِ اذان تلقین فرمائے، فرمایا کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، میں نے یہ کلمات بہت زور سے کہے، پھر جب توحید ورسالت کی شہادت کے کلمات کی مجھے تلقین کی گئی تو چونکہ میں کہنے پر مجبور تھا، اس لئے وہ کلمات کہے تو سہی مگر ہلکی آواز سے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت کی شہادت والے کلمات مجھ سے دوبارہ کہلائے، اس وقت میرے دل کی دنیا بدل گئی، چنانچہ میں نے خوب بلند آواز سے وہ کلمات کہے، پھر آخر اذان تک حضورؐ مجھے کلمات تلقین فرماتے گئے، اور میں کہتا گیا۔

جب میں اذان ختم کر چکا تو آپؐ نے مجھے ایک تھیلی عنایت فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی، اور میرے سر کے اگلے حصہ پر آپؐ نے دستِ مبارک رکھا، اور میرے چہرے پر، سینہ پر، قلب وجگر پر اور نیچے ناف تک پھیرا، اور دعا دی: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (اللہ تعالیٰ تیرے اندر برکت فرمائیں، اور تجھ پر برکت فرمائیں یعنی ظاہری اور باطنی برکات سے تجھے مالامال فرمائیں)۔

—— یہ دُعا آپؐ نے مجھے تین دفعہ دی، حضورؐ کی اس دُعا اور دستِ مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفرت کی لعنت دُور ہوگئی، اور ایمان ومحبت کی دولت نصیب ہوئی، اور میں نے اسلام قبول کر لیا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تم کو مکّہ کا مؤذن مقرر کردوں، میں ساتھ ہو لیا، اور آپؐ نے مجھے مسجدِ حرام کا مؤذن مقرر فرمادیا۔

واقعہ کی اس تفصیل سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مُحذورہؓ سے شہادت کے کلمات مُکرّر اس لئے کہلوائے تھے کہ ان کے دل سے ایمان کی نفرت ختم ہو، اور ایمان کی محبت پیدا ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور کلمات کی تکرار ابو مَحذورہؓ کے ایمان کا سبب بن گئی —— اور صحابہ کی یہ خاص شان تھی کہ جو چیز ان کے ایمان کا سبب بنتی تھی وہ اسکو ہمیشہ یاد رکھتے تھے، اور معمول بنا لیتے تھے۔ چنانچہ ابو محذورہؓ نے جب مکّہ میں اذان دینی شروع کی تو وہ ترجیع کیا کرتے تھے، اور دوسرے صحابہؓ ان پر نکیر اس لئے نہیں کرتے تھے کہ یہ ان کا خصوصی معاملہ تھا، پھر اُن کی اولاد بھی اپنے باپ کی سنّت کو باقی رکھتے ہوئے ترجیع کرتی رہی۔

اس واقعہ کی تفصیلات میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصّہ پر جہاں دستِ مبارک رکھا تھا، وہ وہاں سے اپنے بالوں کو کبھی نہیں کٹواتے تھے، کیونکہ یہ چیز بھی ابو محذورہؓ کے ایمان کا سبب بنی تھی۔

خلاصہ یہ کہ ترجیع حضرت ابو محذورہؓ کا خصوصی معاملہ تھا، اگر ترجیع اذان کے مقصد سے ہوتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو محذورہؓ کو ترجیع کی تعلیم دینے کے بعد اپنے مؤذن حضرت بلالؓ کو بھی ترجیع کرنے کا حکم فرماتے مگر کسی روایت میں حضرت بلالؓ کا ترجیع کرنا ثابت نہیں ہے۔ حضرت بلالؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی پوری زندگی تک بغیر ترجیع کے اذان کہتے رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ترجیع اذان کے مقصد سے نہیں تھی۔

اذانِ فجر میں اضافہ فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کے بعد الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ" دو دفعہ کہنا مستحب ہے۔

کیونکہ یہ نیند اور غفلت کا وقت ہے، دُرِّ مُختار میں ہے:۔

وَیَقُوْلُ نُدُبًا بَعْدَ فَلَاحِ اذانِ الفَجْرِ الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ" مَرَّتَیْنِ، لِاَنَّہٗ وَقتُ نومٍ۔ (شامی ص۲۶۰ ج۱)

یہ کلمات شروع میں اذانِ فجر میں نہیں تھے۔ ان کی مشروعیت اسطرح ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز کی اطلاع دینے کیلئے گئے تو آپؐ کو سوتا ہوا پایا، حضرت بلالؓ نے دو دفعہ کہا: اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ یَارَسُوْلَ اللہ! (سونے سے نماز بہتر ہے، یارسول اللہ!) آپؐ کی آنکھ کھل گئی، اور فرمایا:۔

مَا اَحْسَنَ ھٰذا یا بلَالُ! اِجْعَلْہُ فِی اَذَانِكَ (کنزُ العُمّال ص۳۵۶ ج۸)

بلال! یہ کیسے اچھے کلمے ہیں! ان کو اپنی اذان میں شامل کرلو۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد سے حضرت بلالؓ یہ کلمے اذان فجر میں کہنے لگے، پھر ۸ھ میں جب حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا طریقہ سکھایا تو ان کو بھی یہ کلمات تلقین فرمائے، ارشاد فرمایا:۔

فَاِنْ کَانَ صلوٰۃُ الصبح قُلْتَ: الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ، الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ، اَللہُ اَکْبَرُ، اَللہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ (ابوداؤد ج۱ ص۲)

اگر فجر کی نماز ہو تو کہو: اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ، الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ، اَللہُ اَکْبَرُ، اَللہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔

فجر کی اذان کے علاوہ کسی اور اذان میں اِن کلمات کا اضافہ جائز نہیں ہے، کیونکہ حدیث پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ:

لَا تُثَوِّبَنَّ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ (مشکوٰۃ ص۶۳)

فجر کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں تثویب نہ کیا کرو، (یعنی اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ نہ کیا کرو)

اذان مکّہ میں مشروع نہیں ہوئی مدینہ میں مشروع ہوئی ہے

صحیح ترین حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان ہجرت کے بعد مدینہ طیّبہ میں مشروع ہوئی ہے، البتہ بعض کمزور ترین روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان ہجرت سے پہلے مکّہ مکرمہ میں مشروع ہوئی ہے، لیکن محققین کے نزدیک اس قسم کی تمام روایتیں ثابت نہیں ہیں، شامی میں ہے:۔

"حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

کچھ روایتیں ایسی بھی وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان مکّہ میں ہجرت سے پہلے مشروع ہوئی ہے، مثلاً طبرانی کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پاس اذان کی وحی بھیجی، آپؐ اس کو لیکر واپس تشریف لائے، اور حضرت بلالؓ کو اذان سکھائی، اور دار قطنی "افراد" میں حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السّلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا اس وقت حکم دیا جب نماز فرض ہوئی، اور بزّار وغیرہ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اذان سکھانے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السّلام آپؐ کے پاس بُراق لیکر آئے، آپؐ اس پر سوار ہوئے اور اذان کہی، پھر حضرت جبرئیلؑ نے حضور کا دستِ مُبارک پکڑا اور آپؐ نے آسمان والوں کی امامت کی ——— لیکن حق بات یہ ہے کہ اِن روایتوں میں سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے" (شامی ص۲۵۷ ج ۱)

اذان واقامت کے احکام

اذان واقامت کی شرعی حیثیت

پانچوں نمازوں کے لئے اذان و اقامت سنّت مؤکدہ ہے، اسی طرح جمعہ کے لئے دو اذانیں اور ایک اقامت سنّت مؤکدہ ہیں ——— ان کے علاوہ کسی اور نماز کے لئے اذان واقامت کہنا مسنون نہیں ہے۔ یعنی نمازِ جنازہ، نمازِ وتر، نمازِ عید، نمازِ کسوف وخسوف، صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ الحاجۃ، صلوٰۃِ استخارہ، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، صلوٰۃِ استسقاء، تراویح، تہجّد، اشراق، چاشت، اوّابین اور دیگر سُنن ونوافل کے لئے اذان واقامت کہنا خلافِ سنّت ہے، ہدایہ میں ہے:۔

اَلاَذَانُ سُنَّۃٌ لِلصَّلوٰتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَۃِ، لَا سِوَاھَا لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ۔ (ص ج۱)

اذان پانچ نمازوں اور جمعہ کیلئے سنّت ہے، ان کے علاوہ کیلئے سنّت نہیں ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک یہی طریقہ تواتر سے نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ (یہ "تواترِ عملی" کہلاتا ہے)

درِّ مختار میں ہے:۔

وَھُوَ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ لِلْفَرَائِضِ الْخَمْسِ، وَلَا یُسَنُّ لِغَیْرِھَا۔ (شامی ص ۲۵۷ ج۱)

پانچ فرض نمازوں کیلئے اذان سُنّتِ مؤکدہ ہے، اور ان کے علاوہ کیلئے سنّت نہیں ہے۔

مَراقی الفلاح میں ہے :-

وَكذا الاقامةُ سُنّةٌ مُؤكّدةٌ لِلفَرائض، ومنها الجمعةُ، فَلايُؤذّنُ لعيدٍ، واستسقاءٍ، وجنازةٍ، وورترٍ (طحطاوی ص۱۱۵)	اسی طرح اقامت فرض نمازوں کے لئے سُنّت مؤکدہ ہے، اور جمعہ فرائض میں شامل ہے، پس عید، استسقاء، جنازہ اور وتر کیلئے اذان نہیں دی جائے گی۔

تنبیہ اذان واقامت ہر ہر شخص کیلئے سُنّتِ مؤکدہ نہیں ہیں، بلکہ یہ "سنّتِ مؤکدہ علی الکفایۃ" ہیں، پس محلّہ میں سے کسی ایک مرد نے، یا دیہات میں سے کسی ایک آدمی نے اذان واقامت کہدی تو محلّہ اور دیہات کے تمام لوگوں کی طرف سے سنّت ادا ہوگئی، شامی میں ہے :-

وَلَولَمْ يَكُنْ عَلَى الكفايَةِ بهٰذَا المعنیٰ لَكانَ سُنَّةً فِي حَقِّ كُلِّ اَحَدٍ ولَيْسَ كَذٰلِكَ، اِذْ اَذانُ الحَيِّ يَكْفِينا۔ (ص۲۵۷ ج۱)	اگر اذان کے سنّتِ کفایہ ہونے کا یہ مطلب نہ ہو تو ہر ایک کے حق میں اذان سنّت ہو گی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ محلّہ کی اذان سب کے لئے کافی ہے۔

ہر محلّہ والوں پر اذان کب سُنّتِ مؤکدہ ہے اگر اذان کی آواز ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ تک نہ پہنچتی ہو تو پھر ہر ہر محلّہ والوں کے لئے الگ الگ اذان دینا سنّتِ مؤکدہ ہے، شامی میں ہے :-

وَالظاهِرُ اَنَّ اَهْلَ كُلِّ محلةٍ سَمِعُوا الاذانَ وَلَوْمِنْ محلةٍ اُخْرىٰ يَسْقُطُ عَنهُمْ، لااِنْ لَمْ يَسْمَعُوا (ص۲۵۷ ج۱)	ظاہر یہ ہے کہ ہر محلّہ کے لوگ اذان کی آواز سنیں، چاہے دوسرے محلّہ کی اذان ہو تو اُن سے یہ سنّت ساقط ہوجائیگی، اور اگر نہ سنیں تو سنّت ساقط نہ ہوگی۔

جمعہ کی اذانِ اوّل کو بدعت کہنا

جمعہ کی پہلی اذان کو بدعتِ عثمانی[1] کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ سنّتِ عثمانی ہے، تمام صحابۂ کرام کے مشورے اور اجماع سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اذان کا اضافہ فرمایا ہے، اس لئے یہ اذان بھی خطبہ کی اذان کی طرح سنّت مؤکدہ ہے، اور اس کو بدعت کہنا ضلالت و گمراہی ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خلاف ورزی ہے، کیونکہ جس طرح قرآن وحدیث حجّتِ شرعیہ ہیں، اسی طرح اجماعِ امّت بھی حجّتِ قطعیہ ہے۔ اور صحابۂ کرام کا اجماع تو اجماعِ امّت کا سب سے اعلیٰ فرد ہے،

---

[1] اس قسم کی بیہودہ بات "اہلِ حدیث" (غیر مقلدین) کہتے ہیں — "اہلحدیث وہ لوگ ہیں جو اجماعِ صحابہ کو حجّت (دلیلِ شرعی) نہیں مانتے، صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، جس طرح "اہلِ قرآن" صرف قرآن کو حجّت مانتے ہیں، حدیث کو حجّت نہیں مانتے، اسی طرح "اہلحدیث" وہ ہیں جو حدیث سے نیچے اجماعِ صحابہ کو حجّت نہیں مانتے، چنانچہ جمعہ کی اذانِ اوّل جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی ہے، اور جس کی مشروعیت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے "اہلِ حدیث" اس کو نہیں مانتے، اور اور اسکو بدعتِ عثمانی کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ تراویح کی بیس رکعتوں کو "سنّتِ عمری" کہتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کا انکار کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محمد یالن حقّانی صاحب کی کتاب "غیر مقلدین کا خلفائے راشدین سے اختلاف" دیکھنی چاہئے۔

اہلِ سُنّت والجماعۃ صرف وہ لوگ ہیں جو حدیث شریف کے بعد جماعتِ صحابہ کے اجماع کو بھی حجّت مانتے ہیں یعنی حضورؐ کی سنّت کو بھی مانتے ہیں، اور جماعتِ صحابہ کے اجماعی عمل کو بھی حجّت مانتے ہیں۔ اور یہ لوگ صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین ہیں۔ کیونکہ وہی صحابہ کے اجماعی عمل کو حجّتِ شرعی مانتے ہیں — اور یہ جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ "اہل حدیث" وہ لوگ ہیں جو حدیث پر عمل کرتے ہیں تو یہ صرف ہاتھی کے دکھانے کے دانت ہیں۔ بلکہ اصل حقیقت اہل حدیث کی وہ ہے جو اوپر ہم نے بیان کی، رہی حدیث شریف تو اس پر ساری دنیا عمل کرتی ہے۔ (حاشیہ از محدثِ کبیر حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (مشکوٰۃ ص۳۱)

تم میری اور میرے ان خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو جو راہ یاب اور ہدایت مآب ہیں۔

تہجد کے لئے اذان

تہجد کے لئے اذان مشروع نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں رخصت کرنے کے لئے حضرت علقمہ ہمارے ساتھ آئے، آپ نے رات میں کسی کو اذان دیتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ:

أَمَّا هٰذَا فَقَدْ خَالَفَ سُنَّةَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ كَانَ نَائِمًا كَانَ خَيْرًا لَهٗ، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَذَّنَ۔ (طحاوی ص۸۴ ج۱)

یہ شخص صحابۂ کرام کے طریقے کے خلاف کر رہا ہے، اگر یہ شخص سوتا رہتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا، جب صبح ہوتی تو اذان دیتا

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت بلالؓ جو رات میں بوقتِ سحر اذان دیتے تھے تو وہ نہ فجر کی اذان تھی، نہ تہجد کی، بلکہ رمضان المبارک میں سحری کے وقت کی اطلاع کے لئے تھی۔

اذان کا مسنون طریقہ

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان کہنے والا وضو کرکے کسی اونچی جگہ پر قبلہ رُو کھڑا ہو ——— اگر لاؤڈ سپیکر ہے تو اونچی جگہ کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے، جہاں لاؤڈ سپیکر ہے وہاں قبلہ رُو کھڑا ہو ——— اور شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے دونوں سوراخ بند کرے، اور بلند آواز سے کہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اور ٹھہر جائے، پھر دوسری مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اور ٹھہرے، پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے، پھر دوبارہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے، پھر اَشْهَدُ اَنَّ

مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ کہے، پھر دوسری مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ کہے۔

اس کے بعد صرف چہرہ داہنی طرف پھیرتے ہوئے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ کہے، پھر اسی طرح چہرے کو داہنی طرف پھیرتے ہوئے دوبارہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ کہے پھر چہرہ بائیں طرف پھیرتے ہوئے حَیَّ عَلَی الفَلَاحُ کہے، پھر دوبارہ اسی طرح حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہے۔

پھر قبلہ کی طرف چہرہ کر کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے —— اور ہر کلمہ کے بعد اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر اس کلمہ کے کہنے میں لگی ہے، یا کم از کم اتنی دیر ٹھہرے کہ جواب دینے والے اس کا جواب دے سکیں۔

اور فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ کہے اور ٹھہرے، پھر دوبارہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔

اقامت کا مسنون طریقہ

اقامت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر کلمہ کے آخر کو وصل اور وقف دونوں حالتوں میں ساکن پڑھے اس طرح کہ پہلے ایک سانس میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، اور خاموش ہوجائے، پھر دو دفعہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے، اور خاموش ہوجائے، پھر دو دفعہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہُ کہے، پھر دو دفعہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ کہے، پھر دو دفعہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہے، پھر ایک مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے، اور سانس لے، پھر دوسرے سانس میں دوسری مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے، پھر ایک سانس میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ اور آخری مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے —— بدائع الصنائع میں ہے :-

وَمِنْهَا اَنْ يَفْصِلَ بَيْنَ كَلِمَتَيِ الْاَذَانِ بِسَكْتَةٍ، وَلَا يَفْصِلَ بَيْنَ كَلِمَتَيِ الْاِقَامَةِ، بَلْ يَجْعَلُهَا كَلَامًا وَاحِدًا (ص ۱۴۹ ج ۱)

اذان کے ہر دو کلموں کے درمیان تھوڑا چُپ ہو کر فصل کرے، اور اقامت کے ہر دو کلموں کے درمیان فصل نہ کرے، بلکہ دونوں کلموں کو ایک کلام بنادے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ سے فرمایا کہ:۔

اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ، وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ۔ (مشکوٰۃ ص ۶۳)

جب تم اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو (یعنی ہر کلمہ پر سانس توڑو، اور کلمات کھینچ کر ادا کرو) اور جب اقامت کہو تو رواں کہا کرو (یعنی ہر کلمہ پر سانس نہ توڑو، اور کلمات کی ادائیگی کو لمبا بھی نہ کرو)

۞ ۞ ۞ ۞

قابلِ توجہ یہ جو لوگوں میں رواج ہو گیا ہے کہ ساری تکبیر ایک یا دو یا تین سانس میں کہہ ڈالتے ہیں، یہ غلط طریقہ اور خلافِ سنّت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَ يُوْتِرَ الْاِقَامَةَ. حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اذان کے متماثل کلمات کو دو سانس میں کہا کریں، اور تکبیر میں ایک سانس میں —— اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر میں زیادہ سے زیادہ دو متماثل کلمات ایک سانس میں کہے جائیں گے، ساری تکبیر یا آدھی تکبیر ایک سانس میں کہہ ڈالنا خلافِ مشروع ہے اس لئے احتیاط کی جائے۔ [1]

تَرَسُّل اور حَدَر کو ترک کرنا اذان میں ترسّل یعنی کلمات کو لمبا کرکے ادا کرنا اور ہر کلمہ کے بعد ٹھہرنا مسنون ہے، اسکو ترک کرنا مکروہ ہے، اور اس صورت میں دوبارہ اذان کہنا مستحب ہے۔

---

[1] وفی الاقامة یجمع کل کلمتین بصوت۔ (المجموع شرح المهذب ص ۱۲۸ ج ۳)

اسی طرح اقامت میں حَدَر یعنی ہر کلمہ پر سانس نہ توڑنا اور کلمات کی ادائیگی کو لمبا نہ کرنا سنّت ہے، البتہ حَدَر ترک کرنے کی صورت میں اقامت دوبارہ نہیں کہی جائے گی، کیونکہ اقامت دوبارہ کہنا ثابت نہیں ہے:- دُرِّ مُختار میں ہے:-

وَيَتَرَسَّلُ فيہ بِسَكْتَةٍ بَيْنَ كُلِّ كَلِمَتَيْنِ، وَيُكْرَهُ تَرْكُهُ، وَتُنْدَبُ اِعَادَتُہٗ (ثم قالَ) وَيَحْدُرُ فيها فلو ترَسَّلَ لَم يُعِدْ ها في الْاَصَحِّ، (شامی ص۲۶۰ ج۱)

بلند جگہ پر اذان کہنا

اذان چونکہ لوگوں کو نماز کی اطلاع دینے کیلئے مشروع ہوئی ہے، اس لئے بلند جگہ پر اذان کہنا مسنون ہے

ويُسَنُّ الاذانُ في مَوْضِعٍ عَالٍ۔ (شامی ص۲۵۷ ج۱)

ابوداؤد شریف میں ہے:-

عن امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّار قالتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ اَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ المسجدِ، فكان بلالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْہِ الفَجْرَ (ص۷۷ ج۱)	قبیلۂ بنو نجّار کی ایک صحابیہ فرماتی ہیں کہ مسجدِ نبوی کے قریب کے گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ میرے گھر کے اوپر فجر کی اذان کہتے تھے۔

لیکن یہ حکم مسجد کے لئے اور محلّہ کی اذان کے لئے ہے، جو شخص اپنے لئے یا حاضرین کے لئے اذان دینا چاہے۔ اس کے لئے بلند جگہ پر اذان دینا ضروری نہیں ہے، شامی میں ہے۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّ هٰذا في مُؤَذِّنِ الْحَيِّ، اَمَّا مَنْ اَذَّنَ لِنَفْسِہٖ او لجماعةٍ حاضرين فَالظّاهِرُ اَنَّہٗ لا يُسَنُّ لہٗ المَكَانُ العَالِي	ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم محلّہ کے مؤذن کیلئے ہے، رہا وہ شخص جو اپنے لئے، یا حاضرین کیلئے اذان دیتا ہے، اس کے لئے بلند جگہ پر اذان دینا مسنون نہیں ہے۔ کیونکہ

لِعَدْمِ الحاجۃ (صـ۲۵ ج۱) اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنا

اگر آبادی بڑی یا پھیلی ہوئی ہو تو اذان کی آواز دور تک پہونچانے کے لئے لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا جائز ہے۔ کفایت المفتی میں ہے:۔

اذان کی آواز دور تک پہونچانے کے لئے منارے پر لاؤڈ سپیکر لگانا مباح ہے۔ (صـ۱۳ ج۳)

پاک صاف ہوکر اذان واقامت کہنا

چھوٹے بڑے دونوں حدثوں سے پاک ہوکر اذان واقامت کہنا چاہئے اگر نہانے کی حاجت ہو تو پہلے غسل کرے، پھر اذان واقامت کہے، اسی طرح اگر بے وضو ہو تو وضو کرکے اذان واقامت کہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:۔

لَا یُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ اِلَّا مُتَوَضِّئٌ[1] باوضو آدمی ہی نماز کیلئے اذان کہے۔

بے وضو اذان واقامت کہنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا ارشاد کے پیش نظر بعض فقہاء نے کہا ہے کہ بے وضو اذان واقامت کہنا مکروہ ہے، لیکن راجح مذہب یہ ہے کہ بے وضو تکبیر کہنا تو مکروہ ہے، مگر اذان دینا مکروہ نہیں[2] ہے، درمختار میں ہے:۔ ویُکرَہُ اقامۃُ مُحْدِثٍ لا اذانُہ علَی المذھبِ (شامی صـ۲۶۳ ج۱)

جنابت کی حالت میں اذان واقامت کہنا

جنابت کی حالت میں یعنی غسل واجب ہونے کی

---

[1] سُنَن کبریٰ للبیہقی صـ۳۹۷ ج۱ ۱۲۔ [2] احقر کی ناقص رائے میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ نفی کراہت تحریمی یا اِساءَت کی ہے، اور اثبات کراہت تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ کا ہے ۱۲، مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری محدثِ کبیر دارالعلوم دیوبند

صورت میں اذان واقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے، اگر کسی نے جنابت کی حالت میں اذان دی ہو تو دوبارہ اذان دینا مستحب ہے، اور جنابت کی حالت میں اقامت کہی ہو تو دوبارہ اقامت نہیں کہی جائے گی، کیونکہ اذان دوبارہ کہنا ثابت ہے جیسے جمعہ کی نماز کیلئے، لیکن اقامت دوبارہ کہنا ثابت نہیں ہے،

وَیُکرَہُ اذانُ جنبٍ واقامتہ، وَیُعادُ اذانُ جُنبٍ نَدْبًا، لَا اقامتُہ لِمَشرُوعِیَّۃِ تَکْرَارِہٖ فِی الجُمُعَۃِ، دُوْنَ تَکْرَارِھَا (دُرِّ مختار) و ظاھرُہٗ اَنَّ الکراھۃَ تَحْرِیْمِیَّۃٌ (شامی ص۲۶۳ ج۱)

کھڑے ہو کر اذان و اقامت کہنا

اذان واقامت کھڑے ہو کر کہنا مسنون ہے، کیونکہ آسمان سے اترنے والے فرشتے نے اسی طرح اذان واقامت کہی تھی، اور حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:-

حَقٌّ وَسُنَّۃٌ مَسْنُوْنَۃٌ اَنْ لَّا یُؤَذِّنَ الرَّجلُ اِلَّا وَھُوَ طَاھِرٌ، وَلَا یُؤَذِّنَ اِلَّا وَھُوَ قَائِمٌ (سنن کبریٰ للبیہقی ص۳۹۲ ج۱)

ضروری اور سنت مؤکدہ یہ ہے کہ طہارت کی حالت میں ہی اذان کہی جائے، اور کھڑے ہو کر ہی اذان کہی جائے۔

بیٹھ کر یا سواری پر اذان و اقامت کہنا

بیٹھ کر اذان واقامت کہنا مکروہ ہے، البتہ منفرد اپنے لئے بیٹھ کر اذان کہے تو مکروہ نہیں ہے، اسی طرح حضر میں سواری پر بیٹھ کر اذان واقامت کہنا بھی مکروہ ہے، البتہ مسافر جلدی ہونے کی صورت میں سواری پر بیٹھکر اذان دے سکتا ہے، چاہے سواری قبلہ رُو ہو، یا نہ ہو، لیکن سواری پر اقامت کہنا بہرحال مکروہ ہے، کیونکہ اقامت کے بعد نماز ادا کی جاتی ہے، اور فرض نماز سواری

(جانور) پر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (ویُکرَہُ اذانُ قاعدٍ) ورَاکبٍ الاالمسافرَ لضرورۃِ السیرِ (الا لنفسہ) لعَدَمِ الحَاجَۃِ الی الاِعْلام، واَمّا الاقامۃُ فتُکرَہُ بلاَ قیامٍ مُطلقاً (طحطاوی علی المراقی ص۱۱۸)

حضرت حسن رضؓ سے روایت ہے کہ :۔

اِنَّ رسُولَ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وسلم اَمَرَ بلالاً فی سَفرٍ، فَاَذّنَ علیٰ رَاحِلَتِہٖ، ثُمَّ نَزَلوا فصَلّوا رَکعَتَیْنِ رَکعَتَیْنِ، ثُمَّ اَمَرَہٗ فاَقامَ فَصَلّیٰ بِھِمُ الصُّبحَ، (سُنن کبریٰ للبیھقی ص۳۹۲ ج۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا، تو انھوں نے اپنی سواری پر اذان دی، پھر سب حضرات سواریوں سے اترے، اور دُو دُو رکعت سنتیں پڑھیں، پھر حضورؐ نے بلال رضؓ کو حکم دیا، تو انھوں نے تکبیر کہی، اور حضورؐ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔

قبلہ رُو ہوکر اذان و اقامت کہنا

اذان واقامت کہتے وقت قبلہ کیطرف مُنہ کرنا مُستحَب ہے، البتہ مسافر اگر اپنی سواری پر اذان دے رہا ہو تو اس کے لئے قبلہ رُو ہونا ضروری نہیں ہے جیساکہ پہلے معلوم ہوا، مگر اقامت کے وقت مُسافر کے لئے بھی قبلہ کی طرف منہ کرنا مُستحب ہے، کیونکہ مُسافر کیلئے سواری پر اقامت کہنا درست نہیں ہے، اذان دینا درست ہے، اعلاءُ السُّنَن میں ہے :۔

حضرت عبداللہ انصاری رضؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسُول اللہ! میں نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک مرد آسمان سے اُترا، اور ایک دیوار کے کنارے پر کھڑا ہوا، اور قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کہا: اَللّٰہُ اَکبَرُ اَللّٰہُ اَکبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمّداً

رَسُوْلُ اللّٰہُ دو۲ مرتبہ، پھر داہنی طرف مُنہ پھیر کر دو۲ مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ کہا، پھر بائیں طرف منہ پھیر کر دو۲ مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہا، پھر قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

پھر تھوڑی دیر بیٹھا، پھر کھڑا ہوا، اور قبلہ کی طرف منہ کر کے ایسا ہی کیا، اور کہا: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" (ص۱۲۶ ج۲)

کلماتِ اذان کو کھینچنا

اذان کے کلمات میں جن حرفوں پر کوئی مد نہیں ہے ان کو کھینچنا حرام اور لحنِ جلی ہے، مثلاً اَللّٰہُ، اَکْبَرُ اور اَشْهَدُ کے ہمزہ کو کھینچ کر اس طرح پڑھنا آللّٰہُ، آکْبَرُ، آشْهَدُ، اسی طرح اَکْبَرُ کی بار کو کھینچ کر اَکْبَارُ پڑھنا اور مُحَمَّدُ کو مُوحَامَّدُ اور رَسُوْل کو رَاسُوْل پڑھنا بھی ناجائز ہے، اور ایسی اذان کا لوٹانا ضروری ہے۔

لیکن اذان کے کلمات میں سے جن کلمات پر مدّ اصلی ہے جیسے اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں لفظ اَللّٰہُ، اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ میں الصَّلٰوۃ، یا جہاں مدِّ منفصل ہے جیسے لَآ اِلٰہَ، یا جہاں مدِّ عارض وقفی ہے جیسے اِلَّا اللّٰہُ، رَسُوْلُ اللّٰہُ، اَلصَّلٰوۃُ، اَلْفَلَاحُ، اور اَلنَّوْمُ، ان کلمات کو اذان میں کھینچنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مَطْلُوب و مُسْتَحْسَن ہے مگر مدّ و جزر اور راگ پیدا کرنا مکروہ ہے، مراقی اور طحطاوی میں ہے۔

(وَیَتَمَهَّلُ) یَتَرَسَّلُ فِی الْاَذَانِ بِالْفَصْلِ بِسَکْتَۃٍ بَیْنَ کُلِّ کَلِمَتَیْنِ (مراقی) وَقِیْلَ بِتَطْوِیْلِ الکلمات کمافی البَحْرِ عن عقد الفرائد، وکُلُّ ذٰلِکَ مطلوبٌ فی الاذانِ فیُطَوِّلُ الکلماتِ بدُوْنِ تَغَنِّیٍ

آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر اذان دے یعنی ہر دو کلموں کے درمیان تھوڑی دیر ٹھہر جائے اور بعض حضرات نے کہا کہ آہستہ آہستہ اذان دینے کا مطلب یہ ہے کہ کلمات اذان کو کھینچے اور دراز کرے ____ اور یہ سب باتیں اذان میں مطلوب ہیں،

وَتَطْرِیْبٍ کما فی العنایۃ — اس لئے کلماتِ اذان کو دراز کرے،
(طحطاوی ص۱۱۶) — گانے کا انداز اور راگ پیدا کئے بغیر،

نیز فنِ تجوید کے اعتبار سے بھی اذان کے اُن کلمات کو جن پر صرف مدّاصلی ہے تعظیم واہتمام کی غرض سے ایک الف سے زائد کھینچنا درست ہے، مفتی عنایت احمد صاحب (صاحب علم الصیغہ) تحریر فرماتے ہیں:۔

(فائدہ) ایک اور موقع مدّ کا ہے، جس پر وہی لوگ قادر ہیں جو معانی سے واقف ہیں، وہ یہ ہے کہ موقع عظمت وجلال میں، یا اور کسی جگہ جو قابلِ اہتمام ہو مد کرے، مثلاً:۔ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ کے سب الفوں پر مد کرکے بہ ہیبت وعظمت پڑھے، یا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ میں اَبْرَارِ کے الف اور لَفِیْ کی یاء پر مد کرے، امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اتقان میں یہ موقع مد کا ذکر کیا ہے۔

(رسالہ البیان الجزیل ص۵۵و۵۶)

حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

مدّ کے سبب کی دو۲ قسمیں ہیں ۱۔ لفظی جو لفظ میں پایا جائے، اور وہ ہمزہ اور سکون ہے، ۲۔ معنوی: جو لفظ میں نہیں ہوتا، اور معنی کے ظاہر کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، اور معنوی بھی دو۲ ہیں:۔ ۱۔ نفی میں مبالغہ یعنی نفی کو خوب اور پوری طرح ظاہر کردینا، اور اسی لئے طیّبہ کے طریق سے امام حمزہ نفیِ جنس کے "لا" میں توسُّط کرتے ہیں، جیسے لَارَیْبَ اور فَلَا مَرَدَّ وغیرہ، ۲۔ تعظیم: یعنی شان کی بڑائی ظاہر کرنا، اور یہ لفظ اللہ میں ہوتا ہے اس میں فقہاء نے سات۷ الف کے برابر مد کرنا بھی درست بتایا ہے (مفتاح الکمال ص۶۵،۶۶)

لیکن مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ

وَکَذَا اِذَا زَادَ فِی الْمَدِّ الْاَصْلِیْ و — جس طرح مد کی مقدار میں کمی کرنا غلط اور

الطَّبِيْعِي عَلٰى مَدِّهِ الْعُرْفِي مِنْ قَدْرِ الفٍ بِاَنْ جَعَلَهُ قَدْرَ اَلِفَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ كَمَا يَفْعَلُهُ اَكْثَرُ الْاَئِمَّةِ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ فِي الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ فَاِنَّهُ مُحَرَّمٌ قَبِيْحٌ لَاسِيَّمَا وَقَدْ يُقْتَدَىٰ بِهِمْ بَعْضُ الْجَهَلَةِ وَيُسْتَحْسَنُ مَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِنَ الْقِرَاءَةِ۔ (المنح الفکریہ صٓ)

لحن جلی ہے اسی طرح مدِ اصلی کو اس کی عرفی مقدار یعنی ایک الف سے زیادہ دو یا تین چار الف تک کھینچنا بھی غلط ہے، جیساکہ حرمین شریفین میں اکثر امام خواہ شافعی ہوں یا حنفی ایسا کرتے ہیں، کیونکہ ایسا کرنا حرام اور بُرا ہے، اور اس کی حرمت وقباحت ایسے اماموں کے حق میں اور بڑھ جاتی ہے۔ جن کی جاہل لوگ پیروی کرتے ہیں، اور جس طرح بھی وہ پڑھیں اس کو بہتر اور صحیح سمجھتے ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

لہٰذا تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اذان میں تو لفظ اللّٰہ کو ایک الف سے زائد کھینچنا چاہیے، جیساکہ علامہ طحطاوی اور مفتی عنایت احمد صاحب نے ارقام فرمایا ہے،[1] مگر نماز میں لفظ اللّٰہ کو ایک الف سے زائد نہ کھینچے، جیساکہ ملا علی قاریؒ نے

[1] مگر بہت زیادہ کھینچنا درست نہیں ہے۔ تین الف کے بقدر کھینچنا مستحسن ہے سات الف تک جائز ہے اور اس سے زیادہ ناجائز ہے اور ایک الف کی مقدار ہے بند انگلی کو کھولنے کے بقدر یا کھلی انگلی کو بند کرنے کے بقدر لہٰذا بعض مؤذنوں کو جو دیکھا جاتا ہے کہ جب تک سانس میں گنجائش رہتی ہے کھینچتے رہتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ امام ابو محمد جوینیؒ "تبصرہ" میں لکھتے ہیں۔ ولا یجوز المدّ الّا علی الالف التی بین اللام والهاء، ولا یُخرجُها بالمدّ عن حدّ الاقتصاد للإفراط (شرح المهذّب للنووی ص۲۹۲ ج۳) بلکہ علامہ ابن حجر ہیتمیؒ تو اذان میں اللّٰہ، الصّلوٰۃ اور الفلاح کے لام کو مطلقاً ایک الف سے زائد کھینچنا لحن خفی قرار دیتے ہے، اگرچہ ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۵۴ ج۲ (مطبوعہ ملتان) میں حالتِ وقف میں یعنی جہاں مدِ عارض وقفی ہے، ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا ہے، البتہ جہاں مدِ اصلی ہے یعنی تکبیر میں جو لفظ اَللّٰہ ہے اور الصّلوٰۃ خیرٌ الخ میں جو الصّلوٰۃ ہے اس میں ابن حجر کے قول کو برقرار رکھا ہے، لہٰذا اذان دینے والوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اور تکبیر کے لفظ اللّٰہ کو بہت زیادہ نہیں کھینچنا چاہیے۔ واللّٰہ الموفق ۱۲ سعید احمد پالن پوری

تحریر فرمایا ہے، کیونکہ اذان میں مدِ صوت مطلوب ہے، اور نماز میں صرف تبلیغِ صوت مقصود ہے۔

اذان واقامت کے کلمات کو ساکن کرنا

اذان واقامت کے تمام کلمات کے آخر کو ساکن کرنا مسنون ہے، حرکت دے کر پڑھنا خلاف سنّت ہے، البتہ پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی راء پر زبر لگاکر دوسرے اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے ملاکر اس طرح کہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرَ اللّٰہُ اَکْبَرُ تو یہ صحیح ہے، عالمگیری میں ہے:۔

ویسکن کلما تھما علَی الوَقْفِ، لکن فی الاذانِ حَقیقۃً، وفی الاقامَۃِ ینوی الوقفَ (ص ۵۶ ج ۱)

اذان واقامت کے کلمات کو وقف کرکے ساکن کرے، لیکن اذان میں حقیقۃً وقف کرے (یعنی ہر کلمہ پر ٹھہرے) اور اقامت میں وقف کی نیت کرے۔

شامی میں ہے:۔

اِنَّ السُّنَّۃَ اَنْ یُسَکِّنَ الرَّاءَ مِنْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الاَوّلِ، اویَصِلَھَا بِاَللّٰہُ اَکْبَرُ الثَّانیۃِ، فَاِنْ سَکَّنَھَا کَفیٰ، وَاِنْ وَصَلَھَا نَوَی السُّکُوْنَ، فَحَرَّکَ الرَّاءَ بِالفَتْحَۃِ، فَاِنْ ضَمَّھَا خَالَفَ السُّنَّۃَ۔ (ص ۲۵۹ ج ۱)

سُنّت یہ ہے کہ پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی راء کو ساکن کرے، یا اس کو دوسرے اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے ملائے، اگر پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی راء کو ساکن کیا تو کافی ہے، اور اگر اس کو ملایا تو سکون کی نیت کرتے ہوئے راء کو فتحہ (زبر) دے، اگر راء پر ضمہ (پیش) پڑھا تو سنّت کے خلاف کیا۔

کلماتِ اقامت پر اعراب پڑھنا

بعض لوگ ناواقفیت سے اقامت کے پہلے کلمہ پر اعراب پڑھتے ہیں یعنی اس طرح کہتے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہُ،
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ، حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحۡ،
قَدۡ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدۡ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ——— یہ طریقہ اگرچہ نحوی قواعد کے مطابق ہے، مگر خلاف سنّت ہے۔ کیونکہ اذان واقامت کے کلمات وصل اور وقف دونوں حالتوں میں ساکن ہی سنے گئے ہیں۔ وَقَدۡ کَانَتۡ لِکَلِمَاتِ الۡاَذَانِ اِعۡرَابًا، اِلَّا اَنَّہٗ سُمِعَتۡ مَوۡقُوۡفَۃً (شامی ج۱ ص۲۵۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ

اَلۡاَذَانُ جَزۡمٌ، وَالتَّکۡبِیۡرُ جَزۡمٌ (کنز العمال ج۸ ص۱۵۱) — اذان کے کلمات کے آخر میں جزم وسکون ہے، اور تکبیر کے آخر میں بھی جزم ہے۔

اذان کہتے ہوئے کانوں کے سُوراخ بند کرنا

اذان دیتے وقت کانوں کے سُوراخ شہادت کی انگلیوں سے بند کرنا مستحب ہے، مراقی میں ہے:۔ وَیَسۡتَحِبُّ اَنۡ یَّجۡعَلَ اِصۡبَعَیۡہِ فِیۡ اُذُنَیۡہِ (طحطاوی ص۱۱۶)

حضرت سعدِ قرظؓ سے (جو مسجدِ قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے) روایت ہے کہ:۔

اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا اَنۡ یَّجۡعَلَ اِصۡبَعَیۡہِ فِیۡ اُذُنَیۡہِ، قَالَ: اِنَّہٗ اَرۡفَعُ لِصَوۡتِکَ۔ (مشکوٰۃ ص۶۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ (اذان دیتے وقت اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیا کریں، اور آپؐ نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے تمہاری آواز بلند ہوگی۔

کانوں پر صرف ہاتھ رکھ لینا

بہتر تو یہی ہے کہ مؤذن اذان دیتے وقت شہادت کی دونوں انگلیوں سے کان کے شوراخ بند کرے، اور یہ بھی بلاکراہت جائز ہے کہ دونوں ہاتھ، یا ایک ہاتھ کان پر رکھے، شامی میں ہے:۔

وَاِنْ جَعَلَ یَدَیْہِ عَلٰی اُذُنَیْہِ فَحَسَنٌ لِاَنَّ اَبَا مَحْذُوْرَۃَ رضی اللہ عنہ ضَمَّ اَصَابِعَہُ الْاَرْبَعَۃَ، وَوَضَعَہَا عَلٰی اُذُنَیْہِ، وَکَذَا اِحْدٰی یَدَیْہِ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنِ الْاِمَامِ (ص۲۶۰ ج۱)

اور اگر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے تو بھی بہتر ہے اسلئے کہ حضرت ابو محذورہ رض اپنی چاروں انگلیوں کو ملاکر اپنے کانوں پر رکھتے تھے۔ اسی طرح ایک ہاتھ رکھنا (بھی جائز ہے) جیسا کہ امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے۔

اقامت میں کانوں پر ہاتھ نہ رکھے

تکبیر پڑھتے وقت کانوں میں انگلیاں دینا، یا کانوں پر ہاتھ رکھنا مسنون نہیں ہے، کیونکہ تکبیر پست آواز سے کہی جاتی ہے، اور کان بند کرنا آواز بلند کرنے کیلئے ہے، دُرِّ مختار میں ہے:۔ وَلَا یَضَعُ الْمُقِیْمُ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ لِاَنَّھَا اَخْفَضُ (شامی ص۲۶۰ ج۱)

حیعلتین پر التفات

اذان میں اگرچہ لاؤڈ سپیکر[1] پر اذان دیرہا ہو، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتے ہوئے داہنی طرف چہرہ پھیرنا، اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہتے ہوئے بائیں طرف چہرہ پھیرنا مستحب ہے، مراقی میں ہے:۔ وَیَسْتَحِبُّ اَنْ یُحَوِّلَ وَجْہَہٗ یَمِیْنًا بِالصَّلٰوۃِ، وَیَسَارًا بِالْفَلَاحِ۔ (طحطاوی ص۱۱۰)

---

[1] لاؤڈ سپیکر پر اذان دینے کی صورت میں تحویل نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ البتہ بہتر تحویل کرنا ہے ۱۲ مفتی سعید احمد

ابوداؤد شریف میں ہے :-

فَاَذَّنَ ، فَلَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ لَوّٰی عُنُقَہٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا ، وَلَمْ یَسْتَدِرْ (ص۷۷ ج۱)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ پر پہنچے تو اپنی گردن دائیں بائیں موڑی، پورے نہیں گھومے۔

تنبیہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیعلتین پر چہرہ اس طرح پھیرنا چاہئے کہ قدم اپنی جگہ پر برقرار رہیں ، اور سینہ قبلہ کی طرف رہے ، صرف چہرہ پھیرے ——— بعض مؤذن چہرہ کے ساتھ سینہ بھی قبلہ سے پھیر دیتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے ، اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ سینہ قبلہ سے نہ پھرے ، شامی میں ہے،

یُحَوِّلُ وَجْھَہٗ لَا صَدْرَہٗ وَلَا قَدَمَیْہِ (ص۲۵۹ ج۱)

منارہ کشادہ ہو تو کیا کرے؟ البتہ اگر منارہ کشادہ ہو تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر یہ ہے کہ مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ پر منارہ کی داہنی جانب چل کر جائے ، اور سر باہر نکال کر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ کہے ، پھر بائیں طرف آئے ، اور اسی طرح سر نکال کر دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہے ، پھر اپنی جگہ آکر باقی اذان پوری کرے ، بَدَائِعُ الصَّنَائِعُ میں ہے :-

> اگر گنبد میں اذان دے رہا ہو ، اور گنبد تنگ (چھوٹا) ہو تو اپنی جگہ کھڑا رہے ، کیونکہ گھومنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ، اور اگر گنبد کشادہ تھا ، چنانچہ مؤذن گھوماتا کہ اپنا سر کنارے سے نکالے تو اچھا ہے ، اس لئے کہ جب گنبد کشادہ ہوگا تو گھومے بغیر کامل اعلان نہیں ہو سکے گا۔ (ص۱۴۹ ج۱)

اقامت میں تحویل

بعض حضرات اقامت میں چہرہ پھیرنے کو مسنون کہتے ہیں، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اقامت میں تحویل (چہرہ پھیرنا) مسنون نہیں ہے، مگر پھیرنے میں کچھ حرج بھی نہیں ہے، علامہ محمد ابن شامیؒ نے مِنْحَۃُ الْخَالِق میں اسی رائے کو سب سے زیادہ مُعْتَدِل رائے قرار دیا ہے، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ مَحْمُوْدُ الرِّوَایَہ میں لکھتے ہیں:-

اِنَّ الْاِقَامَۃَ لَیْسَتْ کَالْاَذَانِ فِیْ وُجُوْہٍ مِنْھَا وَضْعُ الْاِصْبَعَیْنِ فِی الْاُذُنَیْنِ، وَلَیْسَ کَذٰلِکَ فِی الْاِقَامَۃِ عَلَی الْقَوْلِ الْمُعْتَمَدِ، وَکَذَا لَا تَحْوِیْلَ فِیْھَا، وَکَذَا لَا یُزَادُ فِیْھَا اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، (شرح نقایہ ص۱۶ ج۱)	اقامت چند باتوں میں اذان کی طرح نہیں ہے، مثلاً دونوں کانوں میں انگلیاں دینا، اقامت میں قابلِ اعتماد قول کے مطابق یہ مسنون نہیں ہے، اسی طرح اقامت میں تحویل بھی ..... نہیں ہے۔ اسی طرح اقامت میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ بھی نہیں بڑھایا جائیگا

امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے:-

اقامت کے حَیَّعَلَتَین میں تحویلِ وجہ کے متعلق تین ۳ قول ہیں:- اوّل: تحویل نہ کرے، اس لئے کہ اقامت حاضرین کے اِعْلام کے لئے ہے، بَرخلاف اذان کے کہ وہ غائبین کے اِعْلام کے لئے ہے، دوّم: اگر جگہ وسیع ہو یعنی مسجد بڑی ہو تو تحویل کرے، ورنہ نہ کرے، سوّم:- خواہ جگہ وسیع ہو یا نہ ہو ہر صورت میں تحویل کرے ــــــ یہ تیسرا قول صاحبِ دُرِّمختار کا پسندیدہ ہے، کبیری ص۳۶ میں تحویل کو سنتِ متوارثہ کہا ہے۔

لیکن سِراجِ وَہّاج میں پہلا قول ہے، علامہ شامی نے "منحۃ الخالق"

حاشیہ البحر الرائق (۱/۲۵۸) میں النہر الفائق شرح کنز الدقائق سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے، قولہ فی السراج الوہاج: لَایُحَوِّلُ الخ، قال فی النہر: الثانی اعدلُ الأقوالِ اھ مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے سعایہ (۲/۱۸) میں اسی کو حق کہا ہے، قُلْتُ: والحقُّ الصریحُ ھوالقولُ الاوّلُ اھ۔

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے مَحْمُوْدُ الرِّوَایة حاشیہ شرح نُقایہ میں اذان واقامت کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، وکذا الاتحویلَ فیھا (شرح نُقایہ ۱/۶۱) یعنی ایک فرق یہ بھی ہے کہ اذان میں تحویل ہے، لیکن اقامت میں نہیں ہے ـــــ اور گو یہ بات صحیح ہے کہ اقامت اَحَدُالاذانَین ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اذان کی تمام سنتیں اقامت میں بھی ہوں، اذان میں انگلیوں سے کان بند کرنا مسنون ہے، نیز تَرَسُّل یعنی ٹھہر ٹھہر کر اذان دینا بھی مسنون ہے۔ لیکن اقامت میں یہ دونوں چیزیں مسنون نہیں ہیں، لہذا صحیح یہ ہے کہ اقامت میں تحویلِ وجہ مسنون نہیں ہے واللہ سبحانہ اعلم (ص ۱۶۶-۱۶۷ ج ۱ جدید)

اذان و اقامت کے کلمات آگے پیچھے کرنا

اذان واقامت کے کلمات ترتیب وار کہنے چاہئیں، اگر کسی نے اذان واقامت کے کلمات کو آگے پیچھے کر دیا، مثلاً اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو پہلے کہا، اور اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو بعد میں کہا، یا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کو پہلے، اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ کو بعد میں کہا، تو اذان واقامت کو شروع سے لوٹانا ضروری نہیں، صرف اس کلمہ کو اس کی جگہ پر دوبارہ کہنا کافی ہے جس کو پہلے کہا ہے، مثلاً حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ سے پہلے کہا ہو

تو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہنے کے بعد پھر سے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے۔ اور اگر کسی نے اس کلمہ کو نہیں دُہرایا جس کو پہلے کہا تھا تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ اذان و اقامت کا مقصد پورا ہوگیا، عالمگیری میں ہے:۔

ویُرَتِّبُ بَیْنَ کلماتِ الاذانِ والاقامۃِ کما شرع، واذا قدّم فی اذانِہٖ، او فی اقامتہٖ بعضَ الکلماتِ علٰی بعضٍ نحوُ اَنْ یقولَ: اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قبلَ قولِہٖ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، فالافضلُ فی ھٰذا اَنَّ ما سَبَقَ علٰی اَوانِہٖ لا یُعْتَدُّ بِہٖ، حتّٰی یُعیدَہٗ فی اَوانِہٖ ومَوْضِعِہٖ، وَاِنْ مَضٰی علٰی ذٰلِکَ جازَتْ صلوٰتُھم (ج۱ ص۵۶)

فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھول جانا

فجر کی اذان میں اگر مؤذن اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا بھول جائے، اور اذان کے درمیان، یا اذان کے بعد فوراً یاد آجائے، تو بہتر یہ ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بھی دُہرالے، اور اگر دیر سے یاد آئے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۲ ص۲۸۶، فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۲۹۷)

الفاظ ماثورہ اور عربی زبان میں اذان واقامت کہنا

اذان واقامت عربی زبان میں خاص ان ہی الفاظ وکلمات کے ساتھ کہنا ضروری ہے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں، الفاظ ماثورہ کے علاوہ دوسرے لفظوں سے اذان واقامت کہنا کافی نہیں، اسی طرح عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں اذان واقامت کہنا بھی کافی نہیں، اس سے اذان واقامت کی سُنّت ادا نہیں ہوگی، اگرچہ معلوم ہوجائے کہ یہ نماز کا اعلان اور بُلاوا ہے، مراقی الفلاح میں ہے:۔

وَلَا یُجْزِئُ الْاَذَانُ بِالْفَارِسِیَّۃِ، اَلْمُرَادُ غَیْرُ الْعَرَبِیِّ، وَاِنْ عُلِمَ اَنَّہٗ اَذَانٌ فِی الْاَظْھَرِ، لِوُرُوْدِہٖ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ فِی اَذَانِ الْمَلَکِ النَّازِلِ (مراقی) اَلظَّاھِرُ اَنَّ الْاِقَامَۃَ مِثْلُہٗ لِلْعِلَّۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ، (طحطاوی ص۱۱۶)

فارسی میں یعنی عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں اذان دینا کافی نہیں ہے، اگرچہ معلوم ہوجائے کہ یہ اذان ہے، کیونکہ آسمان سے اترنے والے فرشتے کی اذان عربی زبان میں وارد ہوئی ہے (مراقی) اور ظاہر یہ ہے کہ اقامت کا حکم بھی اذان کی طرح ہے، مذکورہ بالا علت کی وجہ سے (طحطاوی)

* * * * * *

پس عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں، یا الفاظِ ماثورہ کے علاوہ دوسرے لفظوں میں اذان واقامت کہنا خلافِ سنت اور بدعت ہے، اور بدعت کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ، (مشکوٰۃ ص۲۷)

جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی، جو اس دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

شیعوں کی اذان کافی نہیں

اگر کسی بستی میں شیعہ، سُنّی دونوں رہتے ہوں تو سُنّی حضرات کو پانچوں وقت کی اذان دینا ضروری ہے، شیعوں کی اذان پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے، اگر سُنّیوں نے الگ سے اذان نہیں پڑھی، اور شیعوں کی اذان پر اکتفاء کرکے نماز پڑھ لی، تو نماز تو ہوجائے گی، مگر ایک اہم سنّت کے ترک کرنے کا گناہ ہوگا، کیونکہ شیعوں کی اذان میں بعض کلمات اہلِ سنّت کے عقیدہ کے خلاف اور غلط ہیں۔ مثلاً وہ اپنی اذان میں کہتے ہیں:۔

اَشْهَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیًّا خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِلَا فَصْلٍ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ رسول اللہ صلعم کے خلیفہ بلافصل ہیں (یعنی حضور صلعم کے بعد پہلے خلیفہ حضرت علیؓ ہیں)[1]۔

※ ✦ ✦ ※ ※ ✦ ✦ ※

ٹیپ ریکارڈ سے اذان ٹیپ ریکارڈ سے اذان دینا یعنی اذان ٹیپ کرلی جائے، اور ہر نماز کے وقت اسکو بجا دیا جائے تو یہ اذان معتبر نہیں ہے، دوبارہ اذان دینا ضروری ہے، اگر دوبارہ اذان نہ دی گئی تو وہ نماز بغیر اذان کے پڑھی ہوئی شمار ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ صفحہ ۲۹۲ ج ۴)

وقت سے پہلے اذان و اقامت کہنا اذان چونکہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کیلئے مشروع ہوئی ہے اس لئے وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے غلطی سے نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی ہو تو پہلے غلطی کا اعلان کرے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے، اور لوگ دھوکہ میں نہ پڑیں پھر وقت ہونے پر دوبارہ اذان دے، تاکہ اذان کا مقصد پورا ہو۔

اسی طرح اقامت چونکہ حاضرین کو جماعت کی اطلاع دینے کے لئے ہے۔ اس لئے وقت سے پہلے تکبیر و اقامت کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے وقت سے پہلے تکبیر کہدی ہو تو اس کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ وقت ہونے کے بعد پہلے اذان دے، پھر اقامت کہے، عالمگیری میں ہے۔

تَقْدِیْمُ الْاَذَانِ عَلَی الْوَقْتِ فِیْ غَیْرِ الصُّبْحِ لَا یَجُوْزُ، وَکَذَا فِی الصُّبْحِ

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھیں فتاویٰ دارالعلوم جدید صفحہ ۱۱۵ ج ۲،

عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ، وان قدم یعاد فی الوقت وعلیہ الفتوی، واجمعوا ان الاقامۃ قبل الوقت لا تجوز (ص۵۳ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:۔

اِنَّ بلالاً اَذَّنَ قَبْلَ طلوعِ الفجرِ، فَاَمَرَہُ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَرْجِعَ فَیُنَادِیَ اَلَا اِنَّ العَبْدَ قَدْ نَامَ، زَادَ مُوسیٰ فَرَجَعَ فَنَادیٰ: اَلَا اِنَّ العَبْدَ قَدْ نَامَ (ابوداؤد ص۹۷ ج۱)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے (غلطی سے) صبح صادق سے پہلے اذان دے دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ: دوبارہ اعلان کریں۔" سنو! بندہ سوگیا تھا"، چنانچہ حضرت بلالؓ نے دوبارہ اعلان کیا کہ: سنو! بندہ سوگیا تھا

زوال سے پہلے جمعہ کی اذان دینا

نمازِ جمعہ کا وقت چونکہ زوال سے شروع ہوتا ہے، اسلئے زوال سے پہلے جمعہ کی اذان دینا درست نہیں ہے، اگر کسی نے زوال سے پہلے اذان دیدی تو زوال کے بعد دوبارہ اذان دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جدید ص۹۵ ج۲)

فجر کی اذان میں تاخیر ہوجائے تو؟

اگر کسی وجہ سے فجر کی اذان میں تاخیر ہوجائے تب بھی بلند آواز سے اذان دینا ضروری ہے، عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر اجالا ہوگیا، اور لوگ بیدار ہوگئے، تو اذان بلند آواز سے نہیں دی جاتی، بلکہ کبھی تو اذان ہی نہیں دی جاتی، یہ غلط ہے، تاخیر ہونے پر بھی بلند آواز سے اذان دینی چاہئے، کیونکہ دیگر نمازوں کی طرح فجر میں بھی اوّل وقت اذان دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دیگر نمازوں کی طرح فجر میں بھی جماعت سے پندرہ ۱۵، بیس ۲۰ منٹ

پہلے اذان دیجائے، تاکہ لوگ اذان کی آواز سن کر نماز کے لئے آئیں، —— صبح صادق ہوتے ہی جو فجر کی اذان دی جاتی ہے اس کو اوّل تو کوئی سُنتا نہیں، اور اگر اتفاقاً کسی کی آنکھ کھل گئی تو چونکہ جماعت ایک گھنٹہ بعد ہوتی ہے اس لئے وہ بھی اذان سُن کر اُٹھتا نہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ جماعت سے پندرہ۱۵ بیس۲۰ منٹ پہلے اذان دی جائے، یا پھر جماعت جلدی شروع کی جائے، تاکہ اذان بامعنیٰ ہو۔

اذان و اقامت کے درمیان چلنا

اذان واقامت ایک ہی جگہ ٹھہر کر کہنی چاہیئے۔ درمیان میں چلنا خلافِ اولیٰ ہے، کُرِهَ مَشْیُہٗ فی اقامتہٖ (درمختار مع شامی ص۲۶۵ ج۱)

کبیری میں ہے۔

وَلَا یَمْشِیْ فی الاذان، وَلَا فی الاقامۃِ لمخالفۃ المتوارث (ص۳۶۱) | اذان کے درمیان نہ چلے نہ اقامت کے درمیان چلے کیونکہ یہ نقل متواتر کے خلاف ہے۔

اذان و اقامت کے درمیان گفتگو کرنا

اذان واقامت کے درمیان گفتگو کرنا مکروہ ہے، اسلئے اذان و اقامت کہتے وقت کسی سے بات چیت نہیں کرنی چاہیئے، نہ کسی کو سلام کرے نہ کسی کے سَلام کا جواب دے البتہ اگر اذان کے درمیان کسی سے ایک دو باتیں کریں، تو اذان درست ہے، لوٹانے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر زیادہ گفتگو کی ہے تو اذان لوٹانا بہتر ہے —— اور اقامت کے دوران اگر کسی سے گفتگو کی تو اس کو لوٹایا نہیں جائے گا، کیونکہ اذان دوبارہ دینا ثابت ہے، اقامت دوبارہ کہنا ثابت نہیں۔ وَلَا یَتَکَلَّمُ فیھما اصلاً، وَلَو بِرَدِّ سَلَامٍ، فَاِنْ

تَکَلَّمَ استَأنَفَهٗ (دُرِّمُختار) اِلَّا اِذَا کَانَ الکلامُ یَسِیرًا (شامی ص۲۶۱ ج۱)

مراقی الفلاح میں

وُیکْرَہُ الکلامُ فی خِلالِ الاذان وَلَو بِرَدِّ السَّلام، وُیکْرَہُ الکلامُ فی الاقامۃ، ویُستَحبُّ اعادتُہ ای الاذانَ بالکلام فیہ، لاَنَّ تکرارَہٗ مَشرُوعٌ کمافی الجُمعۃِ دُونَ الاقامۃِ (طحطاوی ص۱۱۸)

اذان کے دوران گفتگو کرنا مکروہ ہے، اگرچہ سلام کا جواب ہی ہو، اور اقامت میں بھی گفتگو کرنا مکروہ ہے، اور اذان میں گفتگو کرنے کی وجہ سے اذان لوٹانا مستحب ہے، کیونکہ دوبارہ اذان دینا ثابت ہے، جیسے جمعہ میں لیکن اقامت کو لوٹانا مستحب نہیں۔

اذان یا اقامت کے درمیان مرتد ہوجانا

اذان یا اقامت کے درمیان (نعوذ باللہ) اگر کوئی شخص مُرتد ہوجائے، یعنی دینِ اسلام کو ترک کردے، تو دوسرے شخص کا شروع سے اذان یا اقامت کہنا افضل ہے، لیکن اگر دوسرے نے شروع سے اذان واقامت نہیں کہی، بلکہ باقی ماندہ اذان یا اقامت پوری کی تو بھی درست ہے، عالمگیری میں ہے:۔

وَاِن ارُتَدَّ فی الاذانِ فالاَولٰی اَن یَبتَدِ اُ غیرُہٗ، وَاِن لَم یَبتَدِ اُ غیرُہٗ وَاَتَمَّہٗ جَازَ (ص۵۴ ج۱)

البتہ اگر مؤذن اذان پوری کرنے کے بعد مُرتَد ہوا ہے تو اذان لوٹانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد حاصل ہوچکا ہے۔ لیکن لوگ دوبارہ اذان دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اذان ایک عبادت ہے، اور اِرتداد سے عبادت باطل ہوجاتی ہے۔ بدائع میں ہے:۔

وَلَو اَذَّنَ ثُمَّ ارتَدَّ عَنِ الاِسلام، فان شَاؤُا اَعَادُوا، لانّہ عِبادۃٌ

مَحْضَةٌ، وَالرِّدَّةُ مُحْبِطَةٌ للعبادات فيصير مُلْحقًا بالعدم، وَاِنْ شاؤا اعْتَدُّوا الحُصولِ المقصود وهو الاعلام (ص۱۴۹ ج ۱)

اذان یا اقامت کے درمیان حدث پیش آنا

اذان یا اقامت کے درمیان اگر وضو ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اذان یا اقامت پوری کرے، پھر وضو کرنے کے لئے جائے، لیکن اگر اذان یا اقامت پوری کئے بغیر وضو کرنے چلا گیا تو دوسرا شخص یا وہی جب وضو کرکے آئے شروع سے اذان یا اقامت کہے، عالمگیری میں ہے:

ولو سَبقهُ الحدثُ فِي اَحَدِهما فذهب لِيَتوضّأ يَستقبلُ غيرُه اَوْهو اذا رَجعَ، وَالاَولیٰ اَنْ يُتِمّ الاذانَ اِنْ اَحْدَثَ فيه، وَاَتمّ الاقامةَ اِنْ اَحْدَثَ فيها ثُمّ يَذْهبُ ويَتوضّأُ (ص۵۵ ج ۱)

لیکن اگر شروع سے اذان یا اقامت کو نہیں دُہرایا، بلکہ باقی ماندہ اذان یا اقامت پوری کی تو بھی درست ہے۔

اذان و اقامت کے درمیان موت یا غشی وغیرہ پیش آنا

اگر مؤذن اذان یا اقامت کے درمیان مر جائے، یا بے ہوش، یا گونگا ہو جائے، یا بھول کر اٹک جائے اور کوئی لقمہ دینے والا نہ ہو تو شروع سے اذان و اقامت کہنا افضل ہے، لیکن اگر شروع سے اذان یا اقامت نہ دہرائی، بلکہ باقی ماندہ پوری کی تو بھی درست ہے، بدائع میں ہے:

اِذا غُشِيَ عليه في الاذانِ وَالاقامة ساعةً، اومَاتَ، اوارْتدّ عن الاسلامِ ثم اَسْلَمَ، اواَحْدَثَ فذهبَ وتوضّأ ثُمّ جَاءَ فَالاَفْضَلُ هُوَالاسْتِقبالُ (ص۱۴۹ ج ۱)

اور سُنّت اسی صورت میں ادا ہوگی جب دوسرا شخص شروع سے اذان و

اقامت کہے، اگر پہلے کی اذان یا اقامت پوری کی تو بھی جائز ہے مگر سنّت ادا نہ ہوگی، شامی میں ہے

اِذَا عَرَضَ لِلْمُؤَذِّنِ مَا يَمْنَعُهٗ عَنِ الْاِتْمَامِ وَاَرَادَ آخَرُ اَنْ يُّؤَذِّنَ يَلْزَمُهٗ اسْتِقْبَالُ الْاَذَانِ مِنْ اَوَّلِهٖ اِنْ اَرَادَ اِقَامَةَ سُنَّةِ الْاَذَانِ، فَلَوْ بَنٰى عَلٰى مَا مَضٰى مِنْ اَذَانِ الْاَوَّلِ لَمْ يَصِحَّ، فَلِذَا قَالَ فِى الْخَانِيَةِ: لَوْ عَجَزَ عَنِ الْاِتْمَامِ اسْتَقْبَلَ غَيْرُهٗ۔ (ص ۲۶۳ ج ۱)

اگر مؤذن کو کوئی عارض پیش آیا جس کی وجہ سے وہ اذان پوری نہ کرسکا، اور دوسرے نے اذان کہنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے لازم ہے کہ شروع سے از سرِ نو اذان کہے، اگر وہ سنّت ادا کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اگر پہلے کی باقی ماندہ اذان پوری کی تو درست نہ ہوگا (یعنی سنّت ادا نہ ہوگی) اسی لئے خانیہ میں کہا ہے کہ اگر مؤذن اذان پوری نہ کرسکا تو دوسرا از سرِ نو اذان دے۔

اذان و اقامت کے درمیان فصل

مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں اذان واقامت کے درمیان فصل کرنا چاہئے، تاکہ نمازی اپنی حاجتوں اور طبعی ضرورتوں سے فارغ ہو کر جماعت میں شرکت کرسکیں، البتہ مغرب کا وقت چونکہ مختصر ہے، نیز مغرب کی نماز میں جلدی کرنا بھی مطلوب ہے۔ اس لئے اس میں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ اذان کے بعد دعاءِ مسنونہ پڑھنے کے بقدر ٹھہر کر اقامت شروع کردینی چاہئے۔

بعض حضرات مغرب میں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ اُدھر مؤذن نے اذان ختم کی، اِدھر دوسرے نے تکبیر شروع کردی، یہ طریقہ غلط ہے، اذان واقامت کے درمیان کم از کم اتنا فصل ضروری ہے کہ مؤذن آکر خود تکبیر پڑھے، بلکہ صاحبینؒ

کے نزدیک تو مؤذن کا اذان واقامت کے درمیان تھوڑی دیر کیلئے بیٹھنا بھی ضروری ہے، اگرچہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر نہیں ہے، امام صاحبؒ کے قول پر ہے، مگر اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب میں بھی اذان واقامت کے درمیان فصل ضروری ہے۔

آج کل ایک نئی صورت یہ پیش آرہی ہے کہ قصبات اور شہروں میں بعض مساجد میں لاؤڈ سپیکر سے اذان ہوتی ہے، اور چھوٹی مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر کے بغیر اذان ہوتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر والی اذان لمبی ہوتی ہے، اور لاؤڈ سپیکر کے بغیر جلدی جلدی اذان دے دی جاتی ہے۔ اور فوراً نماز شروع کردی جاتی ہے، اور لوگ لاؤڈ سپیکر کی اذان سُنکر ختمِ اذان تک مسجد میں پہنچتے ہیں تو ان کی کم از کم ایک رکعت نکل جاتی ہے، —— اس کا حل یہ ہے کہ یا تو بغیر لاؤڈ سپیکر والی اذان بھی ٹھہر ٹھہر کردی جائے تاکہ دونوں طرح کی اذانیں ایک ساتھ پوری ہوں —— یا پھر بغیر لاؤڈ سپیکر والی اذان تھوڑی دیر کے بعد شروع کی جائے تاکہ دونوں اذانیں ایک ساتھ ختم ہوں —— یا پھر اذان سے فارغ ہونے کے بعد نماز شروع کرنے میں تھوڑی تاخیر کی جائے، جب لاؤڈ سپیکر والی اذان پوری ہوجائے۔ تب نماز شروع کی جائے۔

اسی طرح رمضان المبارک میں بھی دو چار منٹ توقف کرنا چاہئے، تاکہ لوگ افطاری کر کے جماعت میں شریک ہوسکیں، البتہ زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ:

اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فصل کرو کہ کھانے

والا کھاکر اور پینے والا پی کر فارغ ہوجائے، اور جس کو استنجے کا تقاضا ہے وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائے۔ (مشکوٰۃ صـ۶۳)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

لَایَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ اَوْقَالَ: عَلَی الْفِطْرَۃِ مَالَمْ یُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰی اَنْ تَشْتَبِکَ النُّجُوْمُ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۶۱)

میری امّت ہمیشہ بھلائی میں رہے گی (یا یہ فرمایا کہ فطرت پر رہے گی)، جب تک کہ وہ مغرب کی نماز اتنی مؤخر نہ کرے کہ تارے گنجان ہوجائیں۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دَامَتْ بَرَکَاتُہُم اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

مغرب کی نماز رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اوّل وقت ہی پڑھتے تھے، اور جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا بلاکسی عُذر اور مجبوری کے اس میں اتنی تاخیر کرنا کہ ستاروں کا جال آسمان پر پھیل جائے ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اگرچہ اس کا وقت شفق غائب ہونے تک باقی رہتا ہے ـــــ تاہم اگر کبھی کسی اہم دینی مشغولیت کی وجہ سے مغرب میں کچھ تاخیر ہوجائے تو اس کی گنجائش ہے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد وعظ شروع فرمایا، یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا، اور آسمان پر ستارے نکل آئے، اور آپؓ کی بات جاری رہی، حاضرین میں سے بعض نے کہا: الصَّلوٰۃُ، الصَّلوٰۃُ تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا، اور کبھی کبھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کا حوالہ دے کر ان کو بتایا کہ
ایسے مواقع پر تاخیر بھی کی جا سکتی ہے۔ (معارف الحدیث ص۱۳۱ ج۳)
اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے لکھی ہے،
فرماتے ہیں کہ:۔
تاخیرِ مغرب کے تین درجے ہیں:۔ ایک[1] درجہ تو دو رکعت سے کم، یہ کسی کے
نزدیک مکروہ نہیں، دوسرا[2] درجہ بقدر دو رکعت کے، یا اس سے
زائد قبل ظہورِ نجوم تک، یہ دُرِّ مختار کی روایت پر مکروہ تنزیہی ہے،
اور شارح منیہ کی تحقیق پر مباح، مگر خلافِ مستحب، اور تیسرا[3] درجہ
جس میں نجوم ظاہر ہو جاویں، یہ مکروہ تحریمی ہے۔
(امداد الفتاویٰ جدید ص۱۵۹ ج۱)

نمازیوں کے کم ہونے کی وجہ سے تاخیر کرنا

اگر کچھ نمازی وضو وغیرہ میں مشغول ہوں، یا نمازی کم ہوں تو جماعت میں اتنی تاخیر کرنا بہتر ہے، جس میں حاضرین کو ناگواری نہ ہو،
البحر الرائق میں ہے:۔

یَنْبَغِیْ لِلْمُؤَذِّنِ مُرَاعَاۃُ الْجَمَاعَۃِ فَاِنْ رَآھُمْ اجْتَمَعُوْا اَقَامَ وَاِلَّا انْتَظَرَھُمْ (ص۲۶۱ ج۱)

مؤذن کے لئے نمازیوں کا خیال رکھنا مناسب ہے، پس اگر مؤذن دیکھے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو تکبیر کہے، ورنہ لوگوں کا انتظار کرے۔

※ ※ ※ ※

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

کَانَ یُصَلِّی الْعِشَاءَ اِذَا کَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ (مشکوٰۃ ص۶۰)

جب لوگ زیادہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز جلدی پڑھ لیتے،

اور جب لوگ کم ہوتے تو تاخیر فرماتے۔

※ ※ ※ ※ ※

امام وغیرہ کی خاطر تکبیر میں تاخیر کرنا

جماعت کا وقت ہو جانے کے بعد امام کی خاطر تکبیر اور نماز میں قدرے تاخیر کرنا درست ہے، البتہ امام کے علاوہ کسی خاص شخص کی خاطر نماز میں تاخیر کرنا ثابت نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:۔

المؤذن اَمْلَکُ بالاذانِ، وَالامامُ اَمْلَکُ بالاقامۃ [۱] | مؤذن اذان کا مختار ہے، اور امام تکبیر کا مختار ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نماز کے لئے تکبیر کہی گئی، تو ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کرلیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور اپنے مُصلّے پر کھڑے ہو کر تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپؐ کو کچھ یاد آیا تو آپؐ چلے گئے، اور ہم سے آپؐ نے فرمایا کہ "اپنی جگہ پر رہو"، چنانچہ ہم برابر کھڑے کھڑے آپؐ کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ آپؐ غسل کرکے اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر آپؐ نے ہم کو نماز پڑھائی۔

(مسلم شریف صفحہ ۲۲۰ ج ۱)

اقامت کہنا کس کا حق ہے؟

افضل یہ ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے، کسی اور شخص کے اقامت کہنے پر اگر مؤذن کو ناگواری ہوتی ہے، تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے، البتہ اگر مؤذن کی غیر حاضری میں، یا اسکی اجازت سے دوسرا شخص اقامت کہے تو بلا کراہت جائز ہے، عالمگیری میں ہے:

---

[۱] کنز العمال صفحہ ۳۵۳ ج ۸، سنن ترمذی صفحہ ۲۸ ج ۱، ۱۲

وَالْاَفْضَلُ اَنْ یَکُوْنَ الْمُؤَذِّنُ هُوَالْمُقِیْمُ، وَاِنْ اَذَّنَ رَجُلٌ وَاَقَامَ آخَرُ اِنْ غَابَ الْاَوَّلُ جَازَ مِنْ غَیْرِ کَرَاهَةٍ، وَاِنْ کَانَ حَاضِرًا وَ یَلْحَقُهُ الْوَحْشَةُ بِاِقَامَةِ غَیْرِهٖ یُکْرَهُ، وَاِنْ رَضِیَ بِهٖ لَا یُکْرَهُ عِنْدَنَا
(ص۵۴ ج ۱)

حضرت زیاد بن حارث صُدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ "اذان کہو" میں نے اذان کہی (حضور ؐ کے مؤذن حضرت بلال رضؓ اس وقت موجود نہیں تھے) پھر جب جماعت کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضؓ آچکے تھے، انھوں نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اِنَّ اَخَاصُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ، وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ یُقِیْمُ۔ (مشکوٰۃ ص۶۴)	صُدائی بھائی نے اذان کہی ہے، اور جو اذان کہے وہی اقامت کہے،

جمعہ کی اقامت کہنا کس کا حق ہے؟

جس شخص نے جمعہ کی پہلی اذان کہی ہو، اسی کو دوسری اذان اور اقامت کہنے کا حق ہے، اگر اس کی اجازت کے بغیر کسی اور نے اذانِ خُطبہ کہی ہو، تو بھی اقامت کہنے کا حق پہلی اذان دینے والے کا ہے، کیونکہ اذانِ خطبہ کہنا اسی کا حق تھا، البتہ اگر اذانِ اوّل کہنے والے کی اجازت سے کسی اور نے اذانِ خطبہ کہی ہو تو اب اقامت کہنا خطبہ کی اذان کہنے والے کا حق ہے۔ کیونکہ اجازت دیکر پہلے مؤذن نے اپنا حق خود ہی ختم کردیا ہے۔

اسی طرح اگر کسی مسجد میں نمازِ جمعہ کے لئے دوؔ مؤذن ہوں، ایک اذانِ اوّل کہتا ہو، اور دوسرا اذانِ خطبہ، تو خطبہ کی اذان کہنے والا اقامت کہنے کا حقدار ہے، لیکن اگر پہلی اذان کہنے والا اقامت کہدے تو یہ بھی درست ہے۔

اگر امام نے اذان کہی ہو تو اقامت کون کہے؟

اگر کسی مسجد میں مستقل مؤذن نہ ہو، امام ہی اذان کہتا ہو، یا مؤذن تو ہو، مگر کسی وجہ سے امام نے اذان کہی ہو تو بہتر یہ ہے کہ امام خود اقامت کہے، اور نماز پڑھائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ امام مقتدیوں میں سے کسی کو اقامت کہنے کی اجازت دے، اور اجازت کے بغیر بھی دوسرے کا اقامت کہنا درست ہے، بشرطیکہ امام کو ناگوار نہ ہو، ورنہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۲۹۸ ج۴)

مُتَنَفِّل کا اقامت کہنا

جو شخص فرض نماز پڑھ چکا ہے، اور نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے، اس کا اقامت کہنا خلافِ اولیٰ ہے، لیکن اگر اس نے اقامت کہدی تو دوبارہ اقامت نہیں کہی جائے گی۔ کیونکہ اقامت کی تکرار ثابت نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص۲۹۲ ج۲)

اقامت کا اعادہ

اقامت کہنے کے بعد اگر کافی دیر ہوگئی، یا کوئی ایسا کام کیا جس سے مجلس بدل جاتی ہے مثلاً کھانا کھایا، تو دوبارہ اقامت کہنا بہتر ہے، اور اگر اقامت کہنے کے بعد تھوڑی دیر گفتگو کی، یا کسی ایسے کام میں امام و مقتدی مشغول ہو گئے جس سے مجلس نہیں بدلتی، مثلاً امام نے سنتیں نہیں پڑھیں تھیں، اقامت کے بعد سنتیں پڑھیں، یا کوئی مقتدی امام کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا، اس کی وجہ سے تاخیر ہوئی، یا اقامت کے وقت امام مسجد میں نہیں تھا، بعد میں آیا، یا اقامت کے بعد صفیں درست کیں، تو ان تمام صورتوں میں اقامت نہیں لوٹائی جائے گی، بلکہ امام نے اگر فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، اور مؤذن نے تکبیر کہدی ہو اور وقت میں گنجائش ہو تو بہتر یہ ہے کہ امام پہلے فجر کی سنتیں پڑھے، پھر نماز پڑھائے۔

صَلَّى السُّنَّۃَ بَعْدَ الاقامۃِ، اَوحَضَرَ الامامُ بعدَ ھا لایُعِیْدُ ھا، وَیَنْبَغِی ان طالَ الفَصْلُ، اَوْ وجد مَا یُعَدُّ قاطعًا کَأَکْلٍ اَنْ تُعَادَ (ردُّ المحتار) اقولُ قال فی آخر شرح المُنْیَۃِ: اَقَامَ المؤذنُ ولَمْ یُصَلِّ الامامُ رکعتی الفجرِ یُصَلّیھما وَ لاتُعَادُ الاقامۃُ، لاَنَّ تکرارَھا غیرُ مَشْروعٍ اذا لم یَقْطَعُھا قاطعٌ من کلامٍ کثیرٍ اوعملٍ کثیرٍ مِمَّا یَقْطَعُ المجلسَ فی سَجْدَۃِ التِلاوۃِ۔ (شامی ص۲۶۸ ج۱)

نمازفاسد ہونے کی صورت میں اذان واقامت کا حکم

اگرکسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے، اور دوبارہ نماز پڑھنی پڑے تو دوسری مرتبہ نہ اذان کہی جائے نہ اقامت کہی جائے۔ عالمگیری میں ہے:۔

قَوْمٌ ذَکَرُوا فَسَادَ صَلوٰۃٍ صَلّوْھَا فی المَسْجِدِ فی الوقت قضوھا بجماعۃٍ فیہ، ولایُعِیْدُوْنَ الاذانَ ولا الاقامۃَ (ص۵۵ ج۱)

اقامت شروع ہونے پر کھڑا ہونا

مستحب یہ ہے کہ جب تکبیر شروع ہوجائے تو مقتدی کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کرلیں، صفوں کی درستگی بہت ضروری اور اہم ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اور وقتاً فوقتاً صحابۂ کرام کو بھی اس کی ہدایت اور تاکید فرماتے تھے، اور اس میں غفلت اور لاپرواہی کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرماتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ، فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ — لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو، کیونکہ

اَلصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ (مشکوٰۃ ص۹۸) — صفوں کا سیدھا کرنا نماز کے اہتمام میں داخل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ "اقامتِ صلوٰۃ" جس کا قرآن پاک میں جگہ جگہ حکم دیا گیا ہے اس کی کامل ادائیگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صفیں بالکل سیدھی اور برابر ہوں۔ —— حضرت نعمان بن بَشِیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم یُسَوِّی صُفُوْفَنَا اِذَا قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ، فَاِذَا اسْتَوَیْنَا کَبَّرَ۔ (مشکوٰۃ ص۹۸)

جب ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے، جب ہم برابر کھڑے ہو جاتے تو آپؐ تکبیر تحریمہ کہتے۔

ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ

نیز حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اتنا سیدھا فرماتے گویا کہ آپؐ ان صفوں کے ذریعہ تیروں کو سیدھا کریں گے، یہاں تک کہ آپؐ نے دیکھ لیا کہ ہم حضورؐ کا مقصد سمجھ گئے ہیں۔

اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ آپؐ (اپنے حجرہ میں سے) باہر تشریف لائے، اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے، آپؐ تکبیر تحریمہ کہنے والے ہی تھے کہ آپؐ کی نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، آپؐ نے فرمایا:۔

عِبَادَ اللّٰہِ! لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ (مشکوٰۃ ص۹۷)

اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا اور ٹھیک کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرما دیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر صفوں کو سیدھا نہیں کروگے تو تمہاری وحدت اور اجتماعیت پارہ پارہ ہوجائے گی، اور تم میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ جو امتوں اور قوموں کے لئے اس دنیا میں سو عذابوں سے بھاری عذاب ہے، صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے میں کوتاہی اور غفلت پر باہمی اختلاف اور پھوٹ کی وعید متعدد حدیثوں میں وارد ہوئی ہے، اور بلاشبہ اس قصور اور اس کی اس سزا میں خاص مناسبت ہے ـــــ افسوس بہت سی دوسری چیزوں کی طرح اس معاملہ میں بھی کوتاہی خاص کر بعض علاقوں میں بہت عام ہوچکی ہے۔

(معارف الحدیث ص۲۰۷ ج۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَیَاخُذُ النَّاسُ مَصَافَّھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامَہٗ (مسلم شریف ص۲۲۰ ج۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تکبیر کہی جاتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے نماز پر تشریف لیجانے سے پہلے لوگ صفوں میں اپنی اپنی جگہ پکڑ لیتے تھے۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے نماز پر پہنچنے سے پہلے صحابۂ کرام کا صفوں میں اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہوجانا اسی وقت ممکن ہے کہ صحابۂ کرام تکبیر شروع ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے ہوں لہذا اقامت وتکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا مستحب اور بہتر ہے، اس میں تاخیر کرنا مناسب نہیں، البتہ اگر پہلے سے صفیں درست ہوں تو ایک آدھ آدمی کے بیٹھے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اور جن فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ پر کھڑا ہونا چاہئے، ان کا مطلب یہ ہے کہ کسی وجہ سے کوئی آدمی تکبیر کے وقت بیٹھا رہے تو کوئی

حرج نہیں، لیکن اس کیلئے بھی مستحب یہ ہے کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ پر ضرور کھڑا ہوجائے، اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے، علامہ طحطاویؒ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ پر کھڑے ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ اِحْتِرَازٌ عَنِ التَّاخِيْرِ لَا التَّقْدِيْمِ، حَتّٰى لَوْ قَامَ اَوَّلَ الْاِقَامَةِ لَا بَاْسَ۔ (طحطاوی علی الدر المختار ص۲۱۵ ج۱)

ظاہر یہ ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں تاخیر نہ کرے، یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے کھڑا نہ ہو، چنانچہ تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز ترمذی شریف کی معروف ومقبول شرح "معارف السنن" میں ہے:۔

امام ومقتدی کے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو مقتدی اقامت سے پہلے بیٹھا ہوا نماز کا انتظار کر رہا ہو، اس پر تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا واجب اور ضروری نہیں ہے ـــــ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ سے پہلے کھڑا ہونا جائز نہیں ہے، اور اگر کھڑا ہوگیا تو اسکے لئے ضروری اور واجب ہے کہ بیٹھ جائے، اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کا انتظار کرے، پھر کھڑا ہو، اگرچہ وہاں صفیں سیدھی کرنے کی ضرورت ہو۔

ظاہر ہے کہ صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا مقتدیوں کے کھڑے ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا واجب اور ضروری ہے کہ مقتدی تکبیر شروع ہونے سے پہلے یا درمیان میں کھڑے ہوجائیں۔ کیونکہ صفیں سیدھی کرنا واجب اور ضروری ہے، اور نماز کے اہتمام اور اس کی تمامیت میں داخل ہے، ـــــ پس جاہل ونادان اور دھوکا خوردہ لوگ ائمہ کرام کے جو اقوال کتابوں میں منقول ہیں، ان کا حقیقی مطلب سمجھے بغیر سرسری مطلب پر عمل کرتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ـــــ

اور یہ بات تو انتہائی جہالت وغباوت کی دلیل ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو امام محراب میں مصلے پر آکر بیٹھ جائے، اور مؤذن کے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ تک پہنچنے کا انتظار کرے، پھر جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہے تو کھڑا ہو — اس بیہودہ حرکت کو کسی دلیل شرعی سے ثابت کرنا تو درکنار کوئی لنگڑی دلیل بھی آج تک کسی نے پیش نہیں کی، اور قیامت تک اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ (معارف السنن ص۲۱۲ ج۲)

مسجد میں اذان کہنا

مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے، اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ اگر اذان کی آواز لوگوں تک پہنچ جائے تو جمعہ کی پہلی اذان نیز اور نمازوں کی اذانیں مسجد میں کہنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ مسجد سے باہر اذان کہنے کا حکم تبلیغ صوت (آواز پہنچانے) کی غرض سے ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا تو پورا اہتمام کیا جاتا تھا کہ اذان ایسی جگہ کہی جائے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اذان کی آواز پہونچ سکے، مگر مسجد یا خارج مسجد کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا تھا،

طبقات ابن سعد میں ہے:۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِيْ مُعَاذُ بْنُ مُحَمَّدٍ عن يحيىٰ بن عَبْدِ اللهِ بن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ النَّوَارَ أُمَّ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ تَقُوْلُ: كَانَ بَيْتِيْ أَطْوَلَ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ، فَكَانَ بِلَالٌ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کہتی ہیں کہ میرا گھر مسجد نبوی کے قریب سب سے اونچا گھر تھا، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر اذان دیتے تھے ابتدائی دور میں، پھر جب مسجد نبوی تیار ہوئی تو وہ مسجد کی چھت پر اذان دینے

يُؤَذِّنُ فَوْقَهُ مِنْ أَوَّلِ مَا أَذَّنَ إِلَى أَنْ بَنَى رَسُولُ اللهِ مَسْجِدَهُ، فَكَانَ يُؤَذِّنُ بَعْدُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ وَقَدْ رُفِعَ لَهُ شَيْئٌ فَوْقَ ظَهْرِهِ

(ص۴۲ ج ۸)

لگے، اور چھت پر ان کے لئے کچھ بلند جگہ بنائی گئی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدِ نبوی کی تعمیر سے پہلے اُمّ زید کے مکان پر اذان ہوتی تھی، پھر مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد مسجد کی چھت پر اذان ہونے لگی، اور ظاہر ہے کہ مسجد کی چھت تمام احکام میں مسجد کی طرح ہے، پس جس طرح مسجد کی چھت پر اذان کہنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح مسجد کے اندر بھی اذان کہنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ "ابن ماجہ" کی ایک حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلی اذان مسجد ہی میں کہی گئی تھی:۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَأَى رُؤْيَا، فَاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَلْقِهَا عَلَيْهِ، وَلْيُنَادِ بِلَالٌ فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ، قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ أُلْقِيهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِي بِهَا،

(سنن ابن ماجہ ص۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عبداللہ بن زید کا خواب سُنکر) فرمایا: تمہارے ساتھی نے خواب دیکھا ہے، پس تم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں جاؤ، اور ان کو کلماتِ اذان کی تلقین کرو، اور بلال رضی اللہ عنہ زور سے پکاریں، کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے، چنانچہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا، پھر میں اُن کو خواب (کے کلمات) کی تلقین کرنے لگا، اور وہ ان کو بلند آواز سے پکارنے لگے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اسلام میں سب سے پہلی اذان مسجد نبوی میں ہوئی تھی، پس مسجد میں اذان دینا بلا کراہت جائز ہے۔

فتاویٰ دار العلوم (جدید) میں ہے:۔

کوئی اذان مسجد میں مکروہ نہیں ہے، خصوصًا اذان خطبۂ جمعہ مسجد میں خطیب کے سامنے مسنون ہے (ص۸۵ ج۲)

فتاویٰ دار العلوم (قدیم) میں ہے:۔

اذان کی وجہِ مشروعیّت کُتُبِ احادیث سے اسی قدر ثابت ہے کہ نمازیوں کو اوقاتِ نماز کی اطلاع ہوجائے، اور مسجد میں حاضر ہوکر باجماعت نماز ادا کریں، اذان کے کلمات پر غور کرو تو صرف ذکر اللہ ہے، یا ذکر اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے، ان کلمات کو نہ مسجد سے کسی قسم کی منافات، نہ خارجِ مسجد سے خاص مناسبت، بلکہ بظاہر تو معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ حضور فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مساجد کی بنا، نماز و ذکر اللہ کے لئے ہے، لیکن چونکہ اذان سے مقصود اعلام اور اطلاع عام ہے، اسلئے بلند جگہ پر اذان دینا اولیٰ ہوا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلند مقام پر اذان دینے کا اہتمام تھا، لیکن مسجد یا خارجِ مسجد کا کوئی التزام نہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدس میں مسجد اور خارج مسجد دونوں جگہ اذان دینا ثابت ہے۔ (ص۲۷۹ جلد اوّل، دوم)

اذانِ خطبہ مسجد میں کہنا سنت ہے | خطبہ کی اذان مسجد میں منبر کے سامنے کہنا سنّت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صدّیق اکبر اور فاروق اعظم

کے زمانہ میں نماز جمعہ کے لئے صرف ایک اذان کہی جاتی تھی، اور اسی سے دو کام لئے جاتے تھے، ایک حاضرین کو خطیب کی آمد کی اطلاع دینا، دوسرا غائبین کو نماز کی تیاری سے آگاہ کرنا، یہ اذان بھی منارے پر نہیں دیجاتی تھی، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد کے دروازے پر کہی جاتی تھی، حضرت سائب بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رسولِ الله صَلى اللهُ عَلَيْهِ وسَلم إذَا جَلَسَ عَلَى المِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلى بابِ المَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ رض وَعُمَرَ رض

(ابوداؤد ص۱۵۵ ج۱)

جمعہ کے دن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو آپؐ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی تھی، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے اذان کہی جاتی تھی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دورِ نبویؐ اور شیخین کے زمانہ میں بھی اذان خطیب کے سامنے دیجاتی تھی، البتہ منبر کے قریب نہیں کہی جاتی تھی بلکہ مسجد کے دروازے کے پاس کہی جاتی تھی، تاکہ جو لوگ ابھی تک مسجد میں نہیں پہنچ سکے ہیں وہ اذان سنکر جلد حاضر ہو جائیں۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ کی آبادی بہت پھیل گئی، اور یہ اذان اِعلام[1] عام کے لئے ناکافی ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ سے پہلے ایک اور اذان مقامِ زَورَاء پر (جو مسجد نبوی سے متصل بازار میں ایک بلند جگہ تھی) دلوائی، تاکہ لوگ اذان سُن کر حاضر ہو جائیں، اور اسکے بعد دوسری اذان پر خطیب خطبہ دے،

اب چونکہ خطیب کے سامنے جو اذان کہی جاتی تھی اس کا مقصد صرف

[1] اِعلام: اطلاع دینا۔

حاضرین کو آگاہ کرنا رہ گیا تھا، اس لئے اس کو مسجد کے دَروازے پر دینے کے بجائے منبر کے قریب کر دیا گیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے آج تک اذانِ خطبہ مسجد ہی میں خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے، اور عرب وعجم میں شرقاً غرباً یہی توارث وتعامل چلا آرہا ہے، ہدایہ میں ہے:۔

وَاِذَا صَعِدَ الْاِمَامُ الْمِنْبَرَ جَلَسَ وَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُوْنَ بَیْنَ یَدَیِ الْمِنْبَرِ، بِذٰلِكَ جَرَی التَّوَارُثُ (ص ۱۵۱ ج ۱)

جب امام منبر پر چڑھے تو بیٹھ جائے، اور مؤذن منبر کے سامنے اذان دیں، اسی طرح توارث وتعامل چلا آرہا ہے

اذانِ خطبہ خطیب سے کتنے فاصلہ پر کہی جائے؟

رہی یہ بات کہ اذانِ خطبہ مسجد میں کہاں کہی جائے یعنی خطیب سے کتنے فاصلہ پر کہی جائے، تو اس سلسلہ میں کوئی جگہ متعین نہیں ہے، اس اذان کا مقصد چونکہ حاضرین کو آگاہ کرنا ہے، اس لئے اگر مسجد بڑی ہو تو مسجد کے وَسط میں خطیب کے سامنے اذان کہنی چاہئے، اور اگر مسجد بہت بڑی ہو تو ایک سے زائد مؤذن بھی اذانیں دے سکتے ہیں، اس طرح کہ منبر کے سامنے پہلا مؤذن اذان کہے، اس کے بعد کچھ فاصلہ پر دوسرا، پھر تیسرا اور چوتھا حسبِ ضرورت، اور اگر مسجد چھوٹی ہے، یا اذان لاؤڈ سپیکر پر کہی جاتی ہے، یا مؤذن خوب بلند آواز ہے، اس کی آواز تمام حاضرین تک پہنچ جاتی ہے، تو پہلی یا دوسری صف میں خطیب کے سامنے اذان کہنی چاہئے۔

تنہا آدمی کیلئے اذان واقامت کا حکم [1]

جو شخص آبادی سے دور کھیت میں یا جنگل میں تنہا ہے اُسکے لئے بھی اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور اقامت پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے،

---

[1] یہ مسئلہ اور آگے جو مسائل آرہے ہیں ان کو پڑھتے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ (بقیہ ص:

البتہ دونوں کو ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے، ہاں اگر کھیت یا باغ آبادی سے اتنا قریب ہو کہ بستی کی اذان وہاں تک سنی جاتی ہو تو پھر اذان واقامت کے بغیر بھی نماز پڑھنا بلاکراہت درست ہے آبادی کی اذان واقامت کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے:۔

وَاِنْ کَانَ فی کَرْمٍ اوضَیْعَۃٍ یکتفی باذان القریۃ اوالبَلْدَۃِ ان کَانَ قَرِیبًا، وَالَّا فلاَ، وحَدُّ القَرِیْبِ اَنْ یَبْلُغَ الْاَذانُ اِلَیْہ منہا، وَاِنْ اَذَّنُوْا کَانَ اَوْلٰی (ص۵۴/۱)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

آپ کے رب بکریوں کے اس چرواہے سے بہت خوش ہوتے ہیں جو پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے، نماز کے لئے اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتے ہیں: میرے اس بندے کو دیکھو! کہ اذان کہتا ہے، نماز کا اہتمام کرتا ہے، اور مجھ سے ڈرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، میں اسکو جنت میں داخل کروں گا۔ (مشکوٰۃ ص۶۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اذان واقامت ایک ذکر ہیں ان کا بلند آواز سے پکار کر کہنا ان کی ماہیت میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ نومولود کے کان میں جو اذان واقامت کہی جاتی ہے وہ محض جہر سے کہی جاتی ہے، جہر مفرط سے نہیں کہی جاتی۔ اسلئے ان تمام مسائل کا مطلب یہ ہے کہ جن جن صورتوں میں اذان واقامت مستحب ہیں ان میں بطور ذکر اذان واقامت کہی جائے گی معروف طریقہ پر اذان کہنا مقصود نہیں ہے ۱۲ مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم

ارشاد فرمایا کہ :-

جب مرد کسی بیابان میں ہو، اور نماز کا وقت آجائے تو اس کو چاہیئے کہ وضو کرے، اور پانی نہ ملے تو تیمم کرے، پھر اگر اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے دونوں فرشتے (کراماً کاتبین) اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اور اگر اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے اللہ کے لشکروں (فرشتوں) میں سے اتنا بڑا لشکر نماز پڑھتا ہے، جس کے دونوں کنارے نظر نہیں آتے
(ترغیب منذری صـ۱۸۳ ج ۱)

گھر میں اذان واقامت کا حکم

کوئی شخص کسی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکے، اور گھر میں نماز پڑھے، تو اس کے لئے بھی اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور نہ کہے تو بھی درست ہے کیونکہ مسجد کی اذان واقامت کافی ہے۔ ہدایہ میں ہے :-

فَاِنْ صَلّٰی فِی بَیْتِہٖ فِی الْمِصْرِ یُصَلِّی بِاَذَانٍ وَاِقَامَۃٍ لِیَکُوْنَ الْاَدَآءُ عَلٰی ھَیْئَۃِ الْجَمَاعَۃِ وَاِنْ تَرَکَھُمَا جَازَ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَذَانُ الْحَیِّ یَکْفِیْنَا۔
(صـ۷۶ ج ۱)

اگر شہر میں اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اذان واقامت کے ساتھ پڑھے تاکہ جماعت کی ہیئت پر نماز ادا ہو، اور اگر دونوں کو ترک کردے تو بھی جائز ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی وجہ سے کہ: "محلہ کی اذان ہمارے لئے کافی ہے۔"

اِعلاء السنن میں ہے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ فِیْ رِوَایَۃٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

اُخرٰی: اِقَامَۃُ الْمِصْرِ تَکْفِی۔ دوسری روایت میں مروی ہے کہ: شہر کی اقامت کافی ہے۔
(ص۱۱۷ ج ۲)

محلّہ میں اذان نہ ہوئی ہو تو؟

اگر کسی وجہ سے مسجد میں اذان نہ ہوئی ہو تو پھر گھر میں نماز پڑھتے وقت اذان و اقامت کہنا بہتر ہے، اور اقامت پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، شامی میں ہے: لَوْ لَمْ یُؤَذِّنُوْا فِی الْحَیِّ یُکْرَہُ تَرْکُھَا لِلْمُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِہٖ۔ (ص۲۶۵ ج ۱)

جماعت کے بعد مسجد میں نماز ادا کرنے کی صورت میں اذان و اقامت کا حکم

جماعت ہوجانے کے بعد اگر کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کو مغالطہ ہوگا۔ دُرِّ مختار میں ہے: اَوْ مُصَلٍّ فِیْ مَسْجِدٍ بَعْدَ صَلٰوۃِ جَمَاعَۃٍ فِیْہِ، بَلْ یُکْرَہُ فِعْلُھُمَا (شامی ص۲۶۵ ج ۱)

راستہ کی مسجد میں اذان و اقامت کا حکم

جس مسجد میں باقاعدہ جماعت نہ ہوتی ہو وہ "راستہ کی مسجد" کہلاتی ہے، ایسی مسجد میں بار بار اذان و اقامت کہنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ افضل یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے آنے والے لوگوں میں سے ہر ایک اذان و اقامت کہے، شامی میں ہے، اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ عَلٰی طَرِیْقٍ: ھُوَ مَا لَیْسَ لَہٗ اِمَامٌ وَّمُؤَذِّنٌ رَاتِبٌ، فَلَا یُکْرَہُ التَّکْرَارُ فِیْہِ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَۃٍ، بَلْ ھُوَ الْاَفْضَلُ (ص۲۶۵ ج ۱)

شہر میں جمعہ کے دن ظہر کیلئے اذان و اقامت کا حکم

جن بستیوں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا صحیح ہے، اور جمعہ پڑھا بھی جاتا ہے، وہاں جمعہ کے دن نمازِ جمعہ میں شریک نہ ہوسکنے والوں کیلئے ظہر کی نماز کیلئے اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے، اگرچہ وہ جماعت سے

نماز ادا کر رہے ہوں، کیونکہ یہ جماعت مکروہ ہے، جس طرح عورتوں اور ننگوں کا جماعت کرنا مکروہ ہے، اور مکروہ جماعت کیلئے اذان واقامت مسنون نہیں ہے، وَيُكْرَهَانِ اَیِ الْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ كَجَمَاعَتِهِمْ لِظُهْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي الْمِصْرِ لِمَنْ فَاتَتْهُمُ الْجُمُعَةُ (مراقی) سَوَاءٌ كَانَ لِعُذْرٍ اَمْ لَا، قَبْلَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ اَوْ بَعْدَهَا بِجَمَاعَةٍ اَمْ لَا (طحطاوی ص۱۱۹)

عورتوں کیلئے اذان واقامت کا حکم

عورتوں کا اذان واقامت کہنا مکروہ ہے، محلہ کی اذان ان کے لئے کافی ہے، اور اگر محلہ میں اذان نہ ہوئی ہو تو بھی مستورات اذان و اقامت کے بغیر نماز پڑھیں، اذان واقامت ان کے لئے مکروہ ہے مراقی الفلاح میں ہے: وَكُرِهَا اَیِ الْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ لِلنِّسَاءِ (طحطاوی ص۱۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ اَذَانٌ وَلَا اِقَامَةٌ — عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے

(اعلاء السنن ص۱۲۴ ج۲)

سفر میں اذان واقامت کا حکم

مسافر کیلئے اذان واقامت کہنا مستحب ہے اور صرف اقامت پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، البتہ اگر گاڑی چھوٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو اذان واقامت دونوں چھوڑ دینا خلاف اولیٰ ہے، ہدایہ میں ہے:۔ وَالْمُسَافِرُ يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ، فَاِنْ تَرَكَهُمَا جَمِيْعًا يُكْرَهُ، وَلَوِ اكْتَفٰى بِالْاِقَامَةِ جَازَ (ص۷۶ ج۱)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ایک چچا زاد بھائی دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیس روز قیام کر کے جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اِذَا سَافَرْتُمَا فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا۔ (مشکوٰۃ ص۶۶)

جب تم سفر کرو تو نماز کیلئے دونوں اذان کہو، اور دونوں اقامت کہو، (یعنی اذان واقامت دونوں میں سے کوئی بھی کہہ سکتا ہے) اور چاہیئے کہ تمہاری امامت کرے جو تم میں بڑا ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

قضا نماز کیلئے اذان و اقامت کا حکم

اگر کسی کی نماز فوت ہو جائے تو قضا کرتے وقت اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور اقامت پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے، البتہ اقامت کو ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ نور الایضاح میں ہے۔ وَيُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَةِ وَيُقِيْمُ (ثم قال) وَكُرِهَ تَرْكُ الْاِقَامَةِ دُوْنَ الْاَذَانِ (ص۶۰)

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے، لوگ فجر کی نماز کے وقت سوتے رہ گئے، آفتاب کی گرمی سے بیدار ہوئے، پھر وہ لوگ وہاں سے تھوڑے آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ سورج اونچا ہو گیا (اور مکروہ وقت نکل گیا۔) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے اذان دی، حضورؐ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں، اس کے بعد مؤذن نے تکبیر کہی، اور حضورؐ نے (باجماعت) فجر کی (قضا) نماز پڑھی (ابوداؤد شریف ص۶۴ ج ۱)

تنبیہ اگر کسی وجہ سے عام لوگوں کی نماز قضا ہو جائے تو بلند آواز سے اذان کہی جائے، جیسا کہ حضرت عمرانؓ کی مذکورہ حدیث سے واضح ہوا، اور اگر کسی خاص جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو آہستہ اذان کہی جائے تاکہ عام لوگوں کو

تشویش نہ ہو، اور اپنی کوتاہی بھی مخفی رہے۔ اسی طرح منفرد بستی میں اپنے لئے جواذان کہے گا وہ بھی ہلکی آواز سے کہے گا۔ اوپر جس قدر مسائل گذرے ہیں ان سب میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیئے۔

چند قضا نمازوں کیلئے اذان واقامت کا حکم

اگر چند نمازیں فوت ہوجائیں اور مختلف وقتوں میں قضا کرے تو ہر نماز کیلئے اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور اقامت پر اکتفا کرنا بھی درست ہے ——— اور اگر ایک ساتھ سب نمازیں قضا کرے تو پہلی نماز کیلئے اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور باقی میں اختیار ہے، چاہے ہر ایک کیلئے اقامت پر اکتفا کرے، چاہے ہر ایک کے لئے اذان واقامت دونوں کہے، وَكَذا يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ لاولى الفوائِتِ، وَالاكمَلُ فعلهما في كُلٍّ مِنها، وَكُرِهَ تَرْكُ الإقامَةِ دُونَ الاذانِ في البَواقي مِنَ الفَوائِتِ فَلا يُكرَهُ تَرْكُ الأذانِ في غيرِ الأُولى إنِ اتَّحَدَ مَجلِسُ القَضاءِ (مَراقي) اَمّا اِنِ اخْتَلَفَ فَيُؤَذِّنُ للأُولى في المَجلِسِ الثاني اَيضًا (طحطاوی ص۱۱۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔
جنگِ خندق میں مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے کا موقع نہیں دیا، یہانتک کہ رات کا کافی حصہ گذر گیا (تب جنگ بند ہوئی) تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا، انھوں نے اذان کہی، پھر اقامت کہی، اور ظہر کی نماز قضا کی، پھر بلالؓ نے اقامت کہی اور عصر کی نماز قضا کی، پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز قضا کی، پھر بلالؓ نے اقامت کہی اور عشاء کی نماز قضا کی۔

(اعلاء السنن ص۱۱۹ ج ۲)

فجر کی قضا نماز کیلئے اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ الخ کہنا

اگر کسی وجہ سے فجر کی نماز فوت ہوجائے اور قضا کرنے کیلئے اذان کہی جائے تو اس میں بھی اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا مستحب ہے، اور چھوڑ دے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نیند اور غفلت کا وقت نہیں ہے ـــــ فتاویٰ دارالعلوم (جدید) میں ہے :-

نماز فجر اگر قضا ہوئی اور جماعت کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہے تو اذان کہنا اس کے لئے سنّت ہے، اور اذان ویسے ہی ہونی چاہیے جس طرح صبح کی اذان ہے یعنی اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے ساتھ (ص ۹۶ ج ۲)

اذان واقامت کے کچھ کلمات وقت سے پہلے کہنا

جس طرح پوری اذان اگر وقت سے پہلے کہدی ہو تو وقت ہونے کے بعد لوٹانا ضروری ہے، اسی طرح اگر اذان کے کچھ کلمات وقت سے پہلے کہے گئے ہوں تو بھی پوری اذان لوٹانا ضروری ہے، اسی طرح اقامت کے کچھ کلمات وقت سے پہلے کہہ دئے ہوں تو بھی پوری اقامت دوبارہ کہنا ضروری ہے، دُرِّ مختار میں ہے :- یُعَادُ اَذَانٌ وَقَعَ بَعْضُہٗ قَبْلَہٗ کَالْاِقَامَۃِ ۔

(شامی ص ۲۵۸ ج ۱)

تکبیر میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ بھول جانا

تکبیر کہتے وقت اگر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہنا بھول جائے اور تکبیر کے درمیان، یا تکبیر ختم کرنے کے بعد امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے یاد آجائے تو بہتر یہ ہے کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بھی دُہرائے تاکہ پوری تکبیر ترتیب وار ہوجائے، اور اگر

امام کے نماز شروع کرنے کے بعد یاد آئے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جمعہ کی نماز چند جگہ ہو تو کب خرید و فروخت چھوڑ کر جمعہ کے لئے روانہ ہونا واجب ہے؟

جن شہروں اور قصبوں میں چند جگہ مختلف وقتوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہاں اس مسجد کی اذانِ اوّل پر خرید و فروخت چھوڑ کر جمعہ کے لئے روانہ ہونا ضروری اور واجب ہے جس میں سننے والا جمعہ پڑھنا چاہتا ہے، امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے:

قولِ مختار کے مطابق جمعہ کی اذانِ اوّل کے وقت اجابت بالقدم واجب ہے، وَاَنْ يُجِيْبَ بِقَدَمِهِ اِتِّفَاقًا فِي الْاَذَانِ الْاَوَّلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِوُجُوْبِ السَّعْيِ (درِّ مختار) کیونکہ آیتِ کریمہ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ الخ سے مستفاد یہی ہے کہ اذانِ جمعہ سنتے ہی تمام کاروبار اور مشاغل چھوڑ کر علی الفور اجابت بالقدم واجب ہے، اور جب ایک بستی میں متعدد جگہ نماز جمعہ جائز ہے تو اجابت بالقدم ہر مسجد کی طرف تو واجب ہو نہیں سکتی کہ یہ محال ہے، اور نہ اس مسجد کی طرف واجب ہے جہاں سب سے پہلے اذان ہوئی ہے، ورنہ تعددِ جمعہ کا جواز ہی ختم ہو جائے گا، کیونکہ جب سب لوگوں کے لئے اسی مسجد کی طرف اجابت بالقدم واجب ہوئی تو اب اور جگہ جمعہ جائز کہاں رہا؟ بلکہ اجابت بالقدم مسجدِ محلّہ (جہاں سامع جمعہ پڑھا کرتا ہے، یا اس دن کا جمعہ پڑھنے کی نیت کی ہے)، کی طرف واجب ہے۔ لہٰذا کراہتِ بیع اور وجوب سعی کا حکم بھی اسی مسجدِ محلّہ کی اذانِ اوّل کے ساتھ متعلق ہوگا، (ص ۱۶۹ جلد اوّل جدید)

از فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، دامت برکاتہم وعمت فیوضہم

مؤذّن کے آداب و احکام

مؤذن کا عاقل، بالغ عالم اور نیک مرد ہونا۔

بہتر یہ ہے کہ مؤذن عاقل، بالغ آزاد اور مرد ہو، مسائل اذان واقامت سے پوری طرح واقف ہو اور پرہیزگار ہو، وینبغی اَنْ یَّکُوْنَ المؤذِّنُ رَجُلاً عَاقِلاً صَالِحًا تَقِیًّا عَالِمًا بِالسُّنَّۃِ (عالمگیری ج۱ ص۵۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

لِیُؤَذِّنْ لَکُمْ خِیَارُکُمْ۔ (ابوداؤد ج۱ ص۸۷)

چاہئے کہ تمہارے لئے تم میں سے بہتر آدمی اذان دیں۔

مؤذّن کا نماز کے اوقات سے باخبر ہونا

مؤذن کا جس طرح عقلمند، دیندار اور مسائل اذان واقامت سے واقف ہونا ضروری ہے، اسی طرح اوقات نماز سے واقف ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اذان پر نماز، روزے کا مدار ہے، اگر مؤذن نے غلط وقت پر اذان پڑھی تو لوگوں کی نماز اور روزہ فاسد ہونیکا اندیشہ ہے۔ وَمِنْهَا اَنْ یَّکُوْنَ عَالِمًا بِاَوْقَاتِ الصَّلٰوۃِ (بدائع ص۱۵۰ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِیْ اَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِیْنَ لِلْمُسْلِمِیْنَ، صِیَامُهُمْ

دو باتیں اذان کہنے والوں کی گردنوں میں مسلمانوں کے لئے بندھی ہوئی ہیں۔

وَصَلَاتَهُمْ (مشکوٰۃ ص۶۱) یعنی روزہ اور نماز

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ، وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ، وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ (مشکوٰۃ ص۶۵)

امام ضَامِنٌ (ذمہ دار) ہے، اور مؤذن پر اعتماد کیا گیا ہے، اے اللہ! اماموں کو راہِ راست دِکھا، اور مؤذنوں کی مغفرت فرما!

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

مطلب یہ ہے کہ امام پر اپنی نماز کے علاوہ مقتدیوں کی نماز کی بھی ذمہ داری ہے اس لئے اس کو اپنے امکان کی حد تک ظاہرًا اور باطنًا اچھی سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے ـــــ اور مؤذن پر لوگوں نے اذان کے بارے میں اعتماد کیا ہے، لہذا اس کو چاہئے کہ وہ اپنے ذاتی مصالح اور خواہشات کی رعایت کے بغیر صحیح وقت پر اذان پڑھے (معارف الحدیث ص۱۵۸ ج ۳)

مؤذّن کا بلند آواز اور خوش الحان ہونا

مؤذن بلند آواز ہونا چاہئے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اِنتخاب اذان کیلئے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ بلند آواز تھے ـــــ

اسی طرح مؤذن خوش اِلحان بھی ہونا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اسی لئے مؤذن منتخب فرمایا تھا کہ وہ خوش الحان تھے، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی لمبی روایت میں ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَدْ سَمِعْتُ فِيْ هٰؤُلَاءِ تَاذِيْنَ اِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اُن نقل اتارنے والوں میں ایک خوش الحان شخص کی اذان سنی ہے،

پھر آپؐ نے ہم کو بلا بھیجا، پھر ہم نے الگ الگ اذان دی، اور میں سب سے آخری تھا، جب میں نے اذان دی تو آپؐ نے فرمایا: اِدھر آؤ، پھر مجھے اپنے سامنے بٹھا کر آپؐ نے میرے سر کے اگلے حصّہ پر دست مُبارک رکھا، اور تین دفعہ مجھے برکت کی دُعا دی، پھر فرمایا: جاؤ، بیت اللہ میں اذان دو،

(نسائی شریف ص۱۰۲ ج۱)

مقرّرہ مؤذّن ہی اذان کہے

اگر کوئی عُذر نہ ہو تو پانچوں وقتوں کی اذان مؤذن ہی کو کہنی چاہئے، کسی اور شخص کا اذان کہنا مناسب نہیں، کیونکہ اہلِ مسجد مؤذن کی آواز سے آشنا ہوتے ہیں، اور دوسرے شخص کی آواز سُنکر دھوکا ہو سکتا ہے، خصوصًا اس زمانہ میں جبکہ لوگ ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو وغیرہ بلند آواز سے بجاتے رہتے ہیں، جس میں بسا اوقات اذان بھی آتی ہے، اور لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے،

بدائع الصنائع میں ہے:-

ومنها أن يكونَ مُوَاظِبًا عَلَى الاذانِ، لِاَنَّ حُصُولَ الاِعْلامِ لِاَهْلِ المَسْجِدِ بِصَوْتِ المُوَاظِبِ اَبْلَغُ مِن حُصُولِهٖ بصَوْتِ مَنْ لَاعَهْدَ لَهُمْ بصوتهٖ فكان اَفْضَلَ. (ص۱۵۱ ج۱)

دَوْ مسجدوں میں اذان کہنا

مؤذن کو ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں اذان کہنی چاہئے، دَوْ مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے، کبیری میں ہے:-

وَيُكْرَهُ اَنْ يُؤَذِّنَ فِى مَسْجِدَيْنِ، لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ فِى اَحَدِهِمَا دَاعِيًا اِلٰى مَالَا يَفْعَلُ (ص۳۶۱)

دَوْ مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے. اسلئے کہ مؤذن دو مسجدوں میں سے ایک میں ایسے عمل کیطرف بُلانے والا

ہوگا جس کو وہ خود نہیں کرتا ہے۔

پست آواز کا اذان کہنا پست آواز بھی اذان کہہ سکتا ہے۔ جب وہ مستقل مؤذن نہ ہو، کیونکہ مستقل مؤذن کیلئے بلند آواز ہونا مستحب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جدید) ص۱۱۹ ج ۲)

بلا اجازت اذان کہنا جس مسجد میں مستقل مؤذن ہو، اور وہ دوسرے کی اذان سے ناراض ہوتا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو اذان نہیں کہنی چاہیئے، لیکن اگر مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرے نے اذان کہہ دی تو سنّتِ اذان ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم جدید) ص۱۲۲ ج ۲)

اَذان کے دَرمیان کھانسنا اذان کے درمیان بلا ضرورت کھانسنا نہیں چاہیئے، البتہ عذر کی وجہ سے یا آواز کو درست کرنے کیلئے کھانسے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ننگے سَر اذان کہنا اذان سر پر ٹوپی وغیرہ رکھکر کہنی چاہیئے، لیکن اگر کبھی ننگے سر اذان کہدی تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جہاں رَوافِض اور شیعوں کا یہ شعار ہے، وہاں اُن کی مخالفت ضروری ہے (فتاویٰ دارالعلوم (جدید) ص۱۰۹ ج ۲)

جوتے پہن کر اذان کہنا جوتے پہن کر اذان کہنا جائز ہے، البتہ اگر جوتوں کے نیچے ناپاکی لگی ہوئی ہو تو جوتے نکالکر اذان کہنا بہتر ہے (فتاویٰ دارالعلوم (جدید) ص۱۲۱ ج ۲)

اذان پر اجرت لینا اذان پر اُجرت (تنخواہ) لینے کی گنجائش ہے۔ لیکن بہتر اور افضل یہ ہے کہ اذان صرف رضاء الٰہی کیلئے کہے، اور تنخواہ دوسری متعلقہ خدمتوں اور پابندیوں کے عوض میں لے، اور معاملہ کے وقت یہ بات صاف کرلے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے رَوایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (جب مجھ کو "طائف" کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو) آخر میں جو تاکید فرمائی تھی وہ یہ تھی:۔

اَنِ اتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا يَأْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا (ترمذی ص۲۹ ج۱)	کہ مؤذن ایسا مقرر کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے۔

اس حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور متقدمین احناف کا مسلک یہ تھا کہ اذان کہنے کی اجرت لینا درست نہیں ہے، مگر امام شافعیؒ اس ہدایت کو تقویٰ پر محمول کرتے ہیں، اور اذان پر تنخواہ لینے کو جائز فرماتے ہیں، سنن کبریٰ میں ہے:۔

قَالَ الشَّافِعِي: قَدْ اَرْزَقَ الْمُؤَذِّنِيْنَ اِمَامُ هُدًى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رض (بیہقی ص۴۲۹ ج۱)	امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہدایت کے پیشوا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مؤذنوں کو تنخواہ دی ہے۔

متاخرین احناف نے زمانہ کے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر اذان وغیرہ پر تنخواہ لینے کو جائز کہا ہے، دُرِّ مختار میں ہے۔

وَلَا تَصِحُّ الْاِجَارَةُ لِاَجْلِ الطَّاعَاتِ مِثْلُ الْاَذَانِ، وَالْحَجِّ وَالْاِمَامَةِ وَتَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالْفِقْهِ، وَيُفْتٰى الْيَوْمَ بِصِحَّتِهَا لِتَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالْفِقْهِ وَالْاِمَامَةِ وَالْاَذَانِ (شامی ص۲۴ ج۵)	طاعت (عبادت) پر اجرت لینا صحیح نہیں ہے جیسے اذان، حج، امامت، قرآن پاک اور فقہ کی تعلیم مگر اب اسکے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، قرآن پاک اور فقہ کی تعلیم کیلئے اور امامت واذان کیلئے۔

تنخواہ لینے کی صورت میں اذان واقامت کا ثواب

ثواب کا مدار نیت پر ہے، اگر مؤذن کے پیش نظر رضاءِ الٰہی ہے، اور تنخواہ صرف گذارے کے لئے

قبول کرتا ہے تو اذان واقامت کا ثواب ضرور ملے گا، لیکن اگر نیت تحصیلِ زر کی ہے، اور تنخواہ کی خاطر اذان واقامت کہتا ہے، چنانچہ اگر تنخواہ نہ ملے تو اذان و اقامت کہنا چھوڑ دے، تو ایسے مؤذن کو اذان واقامت کا ثواب نہیں ملیگا، شامی میں ہے :-

اِنْ کَانَ قَصْدُہٗ وَجْہَ اللّٰہِ تعالیٰ، لٰکِنَّہٗ بِمُرَاعَاتِہٖ لِلْاَوْقَاتِ، وَ الْاِشْتِغَالِ بِہٖ یَقِلُّ اکْتِسَابُہٗ عَمَّا یَکْفِیْہِ لِنَفْسِہٖ وَعِیَالِہٖ، فَیَاخُذُ الْاُجْرَۃَ لِئَلَّا یَمْنَعُہُ الْاکْتِسَابُ عَنْ اِقَامَۃِ ھٰذِہِ الوظیفۃِ الشریفۃِ، ولولا ذٰلکَ لَمْ یَاخُذْ اَجْرًا فَلَہُ الثوابُ المذکورُ بَل یکُوْنُ جَمْعٌ بَیْنَ عبادتَیْنِ: وھا الاذانُ وَالسَّعْیُ عَلَی العیال، وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ۔

(ص ۲۶۳ ج ۱)

اگر مؤذن کا مقصد رضاءِ الٰہی ہے، لیکن نماز کے اوقات کی پابندی کرنے کی وجہ سے اور اس میں لگ جانے سے اس کی آمدنی اس کے اور اسکے اہل وعیال کے لئے ناکافی ہوجانے کی وجہ سے تنخواہ لیتا ہے تاکہ کمانا اس کو اس مبارک اور شریف ذمہ داری کو بجالانے سے باز نہ رکھے، اگر ایسی بات نہ ہو تو تنخواہ نہ لے تو اسکے لئے وہ ثواب ہے جو احادیث میں مذکور ہے، بلکہ دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے، ایک اذان، اور دوسری بال بچوں کے لئے کمانا اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پاگل، بے وقوف، مدہوش، عورت اور ناسمجھ بچے کا اذان واقامت کہنا

پاگل، بے وقوف، ناسمجھ بچے اور عورت کا اذان واقامت کہنا مکروہ ہے، اسی طرح مدہوش کا اذان واقامت کہنا بھی مکروہ ہے، اگرچہ نشہ کسی جائز چیز کے استعمال سے پیدا ہوا ہو، لہٰذا ان میں سے اگر کسی نے اذان کہدی تو اس کو لوٹانا بہتر ہے، لیکن

اگر ان میں سے کسی نے اقامت کہہ دی تو وہ نہیں لوٹائی جائے گی، کیونکہ اذان دوبارہ کہنا ثابت ہے، مگر اقامت دوبارہ کہنا ثابت نہیں۔ دُرِّ مختار میں ہے:۔
وَیُکرَہُ اذانُ امْرأَۃٍ وسَکْرانَ ولو مُباحٍ کمَعْتوہٍ (ومثلہ المجنون) وَصَبِیٍّ لَایَعْقِلُ وکذا یُعادُ اذانُ امْرأَۃٍ ومَجْنونٍ ومَعْتوہٍ وسَکْرانَ وصَبِیٍّ لایَعْقِلُ، لَا اقامَتُھُمْ لِمَا مَرَّ (شامی ص۲۶۳ ج۱)

سمجھ دار بچے کا اذان و اقامت کہنا

سمجھدار بچے کا اذان واقامت کہنا درست ہے، لیکن بالغ مرد کا اذان دینا افضل ہے، عالمگیری میں ہے :۔ اذانُ الصَّبِیِّ العاقِلِ صحیحٌ من غیرِ کراھۃٍ فی ظاھرِ الرِّوایۃِ، ولٰکن اذانُ البالِغِ افْضَلُ (ص۵۴ ج۱)

خنثیٰ اور زَنخے کا اذان و اقامت کہنا

خنثیٰ اور زَنخا اس شخص کو کہتے ہیں جس میں مردانی اور زنانی دونوں علامتیں ہوں، یا دونوں نہ ہوں ـــــ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں مرد کی علامت غالب ہو، مثلاً ڈاڑھی نکلنا، مردوں کی طرح احتلام ہونا، عورت سے صحبت کرنا وغیرہ تو وہ مرد ہے، اور اس کی اذان واقامتُ بلا کراہت درست ہے، کیونکہ یہ تمام احکام میں مرد ہے ـــــ اور اگر اس میں عورت کی علامت غالب ہے، مثلاً پستان کا اُبھرنا، دُودھ اترنا، حیض آنا، حاملہ ہونا وغیرہ تو وہ عورت ہے، اور اس کی اذان واقامت مکروہ ہے، اگر ایسے زنخے نے اذان واقامت کہی تو اذان لوٹائی جائے گی اور اقامت نہیں لوٹائی جائے گی، کیونکہ ایسا خنثیٰ تمام احکام میں عورت ہے ـــــ اور اگر اس میں مرد یا عورت کی کوئی بھی علامت نہ پائی جاتی ہو، یا متضاد علامتیں پائی جاتی ہوں مثلاً پستان ابھرنا اور ڈاڑھی نکلنا، یا حیض آنا اور مردوں کی

طرح احتلام ہوتا تو ایسے زنخے کی بھی اذان واقامت مکروہ ہے، اس کی اذان لوٹائی جائے گی اور اقامت نہیں لوٹائی جائے گی، کیونکہ یہ خُنثیٰ اس مسئلہ میں عورت کے حکم میں ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم (جدید) میں ہے:-

سُوال:- ایک شخص زنخا ہے، نہ مرد ہے نہ عورت، اور اذان وتکبیر کہتا ہے، کیا اس کی اذان وتکبیر از روئے شرع درست ہے؟

الجواب:- اگر وہ خنثیٰ مشکل نہیں ہے، اور مرد کی علامت اس کی موجود ہے تو اذان وتکبیر کہنا اور مردوں کی صف میں کھڑا ہونا اس کا جائز ہے (صـ۱۱۳ جـ۲)

اندھے کا اذان و اقامت کہنا

نابینا کو اگر اوقاتِ نماز سے آگاہ کرنے والا کوئی شخص موجود ہو تو اس کی اذان واقامت درست ہے، اور کوئی رہنمائی کرنے والا نہ ہو تو اس کے علاوہ کا اذان واقامت کہنا اولیٰ ہے۔ عالمگیری میں ہے:- مَتیٰ کَانَ مَعَ الْاَعْمیٰ مَنْ یَحْفَظُ علیہ اوقاتِ الصَّلٰوۃ فتاذینُہ وتاذینُ البَصِیْرِ سواءٌ، وَیَجُوْزُ اذانُ الْاَعْمیٰ .... من غیرِ کراھۃٍ، ولٰکن غیرَ ھٰؤُلَآءِ اولیٰ (صـ۵۴ جـ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

> بلال رضی اللہ عنہ رات میں اذان کہتے ہیں، لہٰذا تم لوگ کھاؤ پیو، یہاں تک کہ عبداللہ ابن اُمّ مکتوم اذان دیں ـــــ راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم نابینا آدمی تھے، اور اُس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک اُن کو یہ نہ کہا جائے کہ صبح ہوگئی صبح ہوگئی، (مشکوٰۃ صـ۶۶)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اندھے کو اگر کوئی نماز کے اوقات سے باخبر کرنے والا ہو تو اندھے کا اذان واقامت کہنا بلاکراہت درست ہے، لیکن عام طور پر اندھے کو مؤذن مقرر نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر وقت اسکے ساتھ دوسرے شخص کا رہنا مشکل ہے، چنانچہ ابن اُمِ مکتوم ہمیشہ تمام نمازوں کیلئے اذان نہیں کہتے تھے، رمضان میں فجر کی نماز کے لئے اذان کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:۔

مَا اُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ مُؤَذِّنُوْکُمْ عُمْیَانَکُمْ، (اِعلاءُ السُّنَن صـ۱۲۳ ج۲، مُصَنَّفُ ابن عَبْدُالرَّزَّاق صـ۴۷۱ ج۱)

میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے نابینا مؤذن ہوں۔

جاہل اوراَن پڑھ کا اذان واقامت کہنا

مؤذن کا مسائل اذان واقامت سے واقف ہونا ضروری ہے، اگر مؤذن اذان واقامت کے آداب و احکام سے ناواقف ہو تو اس کو اذان واقامت کا منصب دینا مکروہ ہے۔ کبیری میں ہے:۔ ویستحب ان یکون المؤذنُ عَالِمًا بالسُّنَّۃِ تقیًّا، فَیُکْرَہُ اذانُ الجَاھِلِ وَالفاسِقِ لقولہ علیہ السَّلام لِیُؤَذِّنْ لکُمْ خِیَارُکُمْ (صـ۳۵۹)

اور اگر مؤذن ایسا ہے کہ اذان صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے، مثلاً اَشْھَدُ کو اَشْدَّ اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کو حَیَّ لَلصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کو حَیَّ لَلْفَلَاحْ، اَللہُ کی جگہ آللہُ، اَکْبَرُ کی جگہ آکْبَرُ یا اَکْبَارُ، اسی طرح حَیَّ میں بڑی "ح" کی جگہ چھوٹی "ہ" پڑھتا ہے تو اس کی اذان درست نہیں ہے، اس کو لوٹانا ضروری ہے۔ (فتاوی رحیمیہ صـ۲۸۷ ج۴)

قابلِ توجّہ آج کل عام طور پر کم سے کم تنخواہ والا مؤذن تلاش کیا جاتا ہے، اس کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا کہ وہ اذان صحیح پڑھتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ اذان اسلام کا ایک اہم شِعار ہے، مؤذن اللہ جلّ شانہٗ کا گویا منادی اور نقیب ہے، لہٰذا اذان کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہئے جو خوش الحان ہو اور صحیح اذان دے سکتا ہو، تاکہ اس کی اذان سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہو، اور سامعین کے قلوب متأثر اور متوجہ ہوں، اور اذان کی برکتیں ظاہر ہوں، اللہ تعالیٰ متولیوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ وہ اس بات کی اہمیت کو سمجھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔ امام ضامن (ذمّہ دار) ہے، اور مؤذن پر اعتماد کیا گیا ہے (اور اعتماد باحیثیت آدمی ہی پر کیا جاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ مؤذن باوقار قابلِ اعتماد فہیم اور خوش الحان ہو)۔ اے اللہ! اماموں کو راہِ راست دکھا، اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔

فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللهِ لَقَدْ تَرَكْتَنَا نَتَنَافَسُ فِي الْأَذَانِ بَعْدُ، قَالَ: إِنَّ بَعْدَكُمْ زَمَانًا سَفِلَتُهُمْ مُؤَذِّنُوْهُمْ۔ (كنز العمال ج۴ ص۲۴۸)

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے یہ ارشاد فرماکر ہم لوگوں میں اذان کے بارے میں تنافس (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ) پیدا فرمادیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مگر) مابعد زمانہ میں کم درجہ لوگ مؤذن ہونگے (یعنی بجائے تنافس کے معزز لوگ اذان سے جان چرانے لگیں گے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

سَيَاتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَتْرُكُونَ الْاَذَانَ عَلٰى ضُعَفَائِهِمْ، وَتِلْكَ لُحُومٌ حَرَّمَهَا اللّٰهُ عَلَى النَّارِ لُحُومُ الْمُؤَذِّنِيْنَ۔

(کنز العمال ص۶۹۰ ج۷)

ایک وقت لوگوں پر ایسا آرہا ہے کہ وہ اذان کی ذمہ داری اپنے معمولی لوگوں پر چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ وہ گوشت یعنی مؤذنوں کا گوشت اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے، (مگر لوگ اتنی بڑی فضیلت کی چیز سے پہلو تہی کریں گے، اور اذان کہنے کو عیب سمجھنے لگیں گے۔)

نومسلم و ولد الزنا کا حکم

نومسلم اور ولد الزنا اگر جاہل اور اَن پڑھ ہوں تو ان کی اذان واقامت مکروہ ہے، اور اگر وہ آداب اذان واقامت سے خوب واقف اور دیندار ہوں تو ان کی اذان واقامت بلاکراہت جائز ہے۔

فاسق کی تعریف

"فاسق" اس شخص کو کہتے ہیں جو بالقصد کوئی بڑا گناہ کرے، یا کسی چھوٹے گناہ پر اصرار کرے، یعنی اس کو بار بار کرے، قواعد الفقہ میں ہے:۔

اَلْفِسْقُ فِي اللُّغَةِ: عَدَمُ اِطَاعَةِ اَمْرِ اللّٰهِ، وَفِي الشَّرْعِ: اِرْتِكَابُ الْمُسْلِمِ كَبِيْرَةً قَصْدًا، اَوْصَغِيْرَةً مَعَ الْاِصْرَارِ عَلَيْهَا بِلَا تَاوِيْلٍ،

(ص۴۱۲)

لغت میں "فسق" کے معنیٰ ہیں: اللہ کے حکم کی اطاعت نہ کرنا، اور شریعت میں "فسق" کے معنیٰ ہیں: مسلمان کا بالقصد گناہ کبیرہ کرنا، یا تاویل کے بغیر صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا۔

اس تعریف کی رُو سے ہر وہ شخص "فاسق" ہے جو کوئی حرام کام کرتا ہے، یا کسی مکروہ تحریمی کام کو بار بار کرتا ہے، جیسے کسی عذر کے بغیر فرض نماز اور روزے کو چھوڑنا، اسی طرح کسی عذر کے بغیر جماعت چھوڑنا چونکہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے

بلا عذر ہمیشہ یا اکثر جماعت چھوڑنے والا بھی "فاسق" ہے، البتہ کبھی یا کسی عذر کی وجہ سے جماعت چھوڑنے والا فاسق نہیں ہے۔

فاسق کا حکم

فاسق کا اذان واقامت کہنا مکروہ ہے، لیکن اگر فاسق نے اذان واقامت کہہ دی تو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، وَیُکْرَہُ اَذَانُ الفَاسِقِ، وَلَا یُعَادُ (عالمگیری ص۵۴ ج۱)

سودی، شرابی، جواری، زانی چور، ڈاکو اور جادوگر کا حکم

ان سب لوگوں کی اذان واقامت مکروہ ہے، کیونکہ سود لینا، شراب پینا، زنا اور لواطت کرنا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا جادو کرنا، قمار اور جوا کھیلنا، یہ سب حرام کام ہیں، لہذا ان میں سے کسی بھی گناہ کا مرتکب فاسق ہے۔ اور فاسق کی اذان واقامت مکروہ ہے۔

کبوتر باز، تیتر باز اور پتنگ باز کا حکم

ہر قسم کی بازی لگانے والے کی اذان واقامت مکروہ ہے، کیونکہ بازیاں سب حرام ہیں اور اس کا مرتکب فاسق ہے، البتہ شوقیہ کبوتر پالنے والا یعنی جو بازی نہ لگاتا ہو اس کی اذان واقامت درست ہے کیونکہ وہ عادل ہے فاسق نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے:۔ وَلَا شَہَادَۃَ مَنْ یَّلْعَبُ بِالحَمَامِ یُطَیِّرُھُنَّ، فَاَمَّا اِذَا کَانَ یُمْسِكُ الحَمَامَ یَسْتَانِسُ بِھَا، وَلَا یُطَیِّرُھَا عَادَۃً فَھُوَ عَدْلٌ مَقْبُوْلُ الشَّھَادَۃِ (ص۴۶۶ ج۳)

وَالدین کی نافرمانی کرنیوالے، یتیم کا مال کھانے والے اور قاتل وغاصب کا حکم

ان لوگوں کی اذان واقامت بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ مسلمان ماں، باپ کی نافرمانی کرنا، یتیم بچے کا مال ناجائز طریقہ پر کھانا، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا، اور کسی کے مال

پر ناجائز قبضہ کرنا سب حرام کام ہیں، اور ان کا مرتکب فاسق ہے۔

ڈاڑھی منڈانے والے یا ایک مُشت سے کم کرانے والے کا حکم ان لوگوں کی اذان واقامت بھی مکروہ ہے کیونکہ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے، اور اس کا مرتکب فاسق ہے، اور ایک مُشت سے کم کرانا سُنّت متوارثہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، جس پر اصرار کرنا فسق ہے۔

نسبندی کرانے والے کا حکم بہ رضا و رغبت نسبندی کرانے والے کی اذان واقامت بھی مکروہ ہے، کیونکہ نسبندی کرانا حرام ہے، اور حرام کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہے[1]۔

ویڈیو اور سینما دیکھنے والے کا حکم ویڈیو اور سینما دیکھنے والے کی اذان واقامت مکروہ ہے، کیونکہ سینما اور ویڈیو میں فحش اور بے حیائی کے مناظر دکھائے جاتے ہیں، جن کا دیکھنا حرام ہے، اور ایسی عریاں تصویریں دیکھنے والا فاسق ہے، اسی طرح ٹی، وی پر ایسے پروگرام دیکھنا بھی حرام ہے جن میں فحش اور بے حیائی کی چیزیں ہوں، اور اس کا دیکھنے والا فاسق ہے، لہذا اس کی اذان واقامت بھی مکروہ ہے۔

گالیاں بکنے والے کا حکم جو شخص ہر وقت گالیاں بکتا رہتا ہے، چاہے کسی انسان کو گالی دیتا ہو، یا جانور وغیرہ کو تو اس کی اذان واقامت مکروہ ہے، کیونکہ ایسا شخص بھی فاسق ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] لیکن اگر وہ سچی توبہ کرلے اور لوگ اس کی توبہ سے مطمئن ہوجائیں تو پھر کراہت مرتفع ہو جائے گی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: التائبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَن لَاذَنبَ لَہٗ۔ واللہ اعلم ۱۲ سعید احمد پالنپوری

نے ارشاد فرمایا کہ:۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ مسلمان کو گالی دینا فسق اور گناہ کا کام ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (مشکوٰۃ ص۴۱۱)

کس صورت میں فاسق کی اذان مکروہ نہیں؟ اگر کچھ لوگ سفر وغیرہ میں، یا کارخانے کے ملازمین یا مزدور پیشہ لوگ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ جمع ہو کر جماعت سے نماز ادا کرنا چاہیں تو ان کے لئے فاسق وغیرہ کا اذان واقامت کہنا مکروہ نہیں ہے، شامی میں ہے:۔

لَوْحَضَرَ جَمَاعَةٌ عَالِمُوْنَ بِدُخُوْلِ الْوَقْتِ وَأَذَّنَ لَهُمْ فَاسِقٌ، أَوْصَبِيٌّ يَعْقِلُ لَا يُكْرَهُ۔ (ص۲۶۴ ج۱)

تائب و مشکوک کا حکم جو شخص کسی گناہ اور فسق کے کام میں مبتلا تھا، پھر اس سے باز آگیا، مثلاً ڈاڑھی منڈانا چھوڑ دیا، یا شراب پینا اور سود لینا چھوڑ دیا، اور سچی توبہ کرلی، تو اس کی اذان واقامت بلاکراہت درست ہے، کیونکہ توبہ سے فسق ختم ہو جاتا ہے۔ مَتٰى ارْتَكَبَ كَبِيْرَةً سَقَطَتْ عَدَالَتُهٗ (دُرِّ مختار) وَتَعُوْدُ إِذَا تَابَ (شامی ص۳۷۷ ج۴)

اسی طرح جس شخص کے بارے میں فسق وفجور میں مبتلا ہونے کا شک شبہ ہو اس کی اذان واقامت بھی بلاکراہت درست ہے، کیونکہ شک شبہ کرنے سے عدالت ختم نہیں ہوتی، البتہ اگر لوگوں کا شبہ کسی قوی دلیل اور قابلِ اعتبار علامت کی بنا پر ہو تو ایسے شخص کو مؤذن نہیں رکھنا چاہئے، مَنِ اتُّهِمَ بِالْفِسْقِ لَا تَبْطُلُ عَدَالَتُهٗ (شامی ص۳۷۷ ج۴)

صحابۂ کرام اور علماء ومشائخ کو برا بھلا کہنے والے کا حکم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، مشائخ عظام اور علماء واولیاء کو برا بھلا کہنے والے کی اذان واقامت

بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ بھی فاسق ہے عالمگیری میں ہے :- وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُّظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ الَّذِيْنَ هُمُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، هٰكَذَا فِى النِّهَايَةِ، وَكَذَا الْعُلَمَاءُ كَذَا فِى فَتْحِ الْقَدِيْرِ (ص۴۶۸ ج۳)

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِىْ، فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ (مشکوٰۃ ص۵۵۳)

میرے صحابہ کو بُرا بھلا مت کہو، کیونکہ (ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص اُحُد پہاڑ کے برابر بھی (راہ خدا میں) سونا خرچ کرے تو بھی وہ صحابہ کے ایک مُد (تقریباً سات سَو گرام) کے برابر نہیں ہوسکتا، بلکہ آدھے مُد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

اَللهَ اَللهَ فِىْ اَصْحَابِىْ، اَللهَ اَللهَ فِىْ اَصْحَابِىْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْۢ بَعْدِىْ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِىْ، وَمَنْ اٰذَانِىْ فَقَدْ

اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو،..... میرے صحابہ کے بارے میں! نہ بناؤ تم ان کو ہدفِ (ملامت) میرے بعد، جو شخص صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اُن سے

اٰذَی اللّٰہَ، وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔
(مشکوٰۃ ص۵۵۴)

نفرت کرتا ہے وہ مجھ سے نفرت کی وجہ سے ان سے نفرت کرتا ہے اور جو ان کو ستاتا ہے وہ یقیناً مجھے ستاتا ہے اور جو مجھکو ستاتا ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو ستاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو ستاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو جلد پکڑ لیں گے۔

غیر مقلِد، مودودی اور بدعتی کا حکم

غیر مقلِد (اہلِ حدیث) مودودی (جماعت اسلامی) بدعتی اور ایسے گمراہ لوگ جن کا اعتقاد حدِ کفر تک پہنچا ہوا نہیں ہے، اگر وہ لوگ بظاہر نیک ہوں تو گاہے ماہے ان کا اذان واقامت کہدینا درست ہے، لیکن ان میں سے کسی کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں ان لوگوں کی تعظیم ہے۔ جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی تعظیم نہ کرنے کا حکم دیا ہے، علاوہ ازیں گمراہ شخص کو مؤذن رکھنے سے گمراہی پھیلنے کا بھی قوی اندیشہ ہے، اس لئے اس سے احتراز نہایت ضروری ہے۔

حضرت ابراہیم بن میسرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ
(مشکوٰۃ ص۳۱)

جس نے کسی گمراہ کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد کی۔

غیر مسلم کا اذان کہنا

غیر مسلم کی اذان صحیح نہیں ہے، چاہے یہودی اور عیسائی ہی کیوں نہ ہو۔ البحر الرائق میں ہے:۔ وَاَمَّا الْاِسْلَامُ فَیَنْبَغِیْ

اَنْ یَکُوْنَ شَرْطَ صِحَّةٍ، فَلَا یَصِحُّ اَذَانُ کَافِرٍ عَلٰی اَیِّ مِلَّةٍ کَانَ (شامی ۲۶۲ ج ۱)

قادیانی اور شیعہ کا اذان کہنا

امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قادیانی کافر ہیں، لہذا قادیانی کی اذان کافر کی اذان کی طرح صحیح نہیں ہے، اسی طرح جس شیعہ فرقہ کا اعتقاد حد کفر تک پہنچا ہوا ہے اس کی اذان بھی کافی نہیں ہے، اگر ان میں سے کسی نے اذان واقامت کہدی تو اذان واقامت کا لوٹانا ضروری ہے۔

مؤذن کو اذان کا ثواب کب ملیگا

مؤذن اگر اذان کے سنن وآداب سے واقف، اور نماز کے اوقات سے باخبر ہو تو اذان کا ثواب ملے گا، ورنہ ثواب نہیں ملے گا، اس لئے اذان واقامت کے مسائل و احکام جاننا، اور نماز کے اوقات سے باخبر ہونا ہر مؤذن کیلئے ضروری ہے، جو مؤذن حضرات اذان واقامت کے مسائل سے ناواقف ہیں، وہ ہزاروں مشقتوں کو برداشت کرنے کے بعد بھی ثواب سے محروم رہتے ہیں، "درمختار" میں ہے:۔

وَاِنَّمَا یَسْتَحِقُّ ثَوَابَ الْمُؤَذِّنِیْنَ اِذَا کَانَ عَالِمًا بِالسُّنَّةِ وَالْاَوْقَاتِ (دُرِّ مُخْتَار)

اذان کہنے والا ثواب کا مستحق اسی وقت ہو گا جب وہ اذان کے سنن اور نماز کے اوقات کو جانتا ہو،

وَلَوْ لَمْ یَکُنْ عَالِمًا بِاَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ لَمْ یَسْتَحِقَّ ثَوَابَ الْمُؤَذِّنِیْنَ (شامی صـ۲۶۳ ج ۱)

اگر نماز کے اوقات (اور اذان کے مسائل) سے ناواقف ہو تو مؤذن حضرات کے ثواب کا مستحق نہ ہو گا۔

نماز کے اوقات

فجر کا وقت سُورج نکلنے سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ قبل مَشرق (پورب) کی طرف آسمان کے کنارے پر ایک سفیدی اور روشنی ظاہر ہوتی ہے، وہ زمین سے اُٹھ کر اوپر کی طرف ایک ستون کی شکل میں بلند ہوتی ہے، اُسے صبح کاذب کہتے ہیں، تھوڑی دیر رہ کر یہ سفیدی غائب ہوجاتی ہے اس کے بعد دوسری سفیدی ظاہر ہوتی ہے جو مشرق کی طرف سے دائیں بائیں جانب کو پھیلتی ہوئی اٹھتی ہے، یعنی آسمان کے تمام مشرقی کنارے پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے، اُسے صبح صَادق کہتے ہیں ——— اسی صبح صادق سے نمازِ فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور آفتاب نکلنے سے پہلے تک رہتا ہے، اور مردوں کیلئے افضل یہ ہے کہ جب اُجالا ہوجائے، اور آفتاب نکلنے میں تقریباً آدھ، پون گھنٹہ باقی رہے اس وقت فجر کی جماعت مسجد میں شروع کریں، البتہ رمضان المُبارک میں صبح صَادق ہوتے ہی نماز پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ سحری کھا کر سونے کے بعد اٹھنا مشکل ہوتا ہے، اسی طرح اگر تمام نمازی فجر میں اوّل وقت موجود ہوں، اور اجالا ہونے پر جماعت کرنے میں نمازیوں کے کم ہونے کا اندیشہ ہو تو اوّل وقت فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

ظہر اور جمعہ کا وقت سُورج ڈھلنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اور سایۂ اصلی (یعنی استوار کے وقت ہر چیز کا جو سایہ ہوتا ہے، اس) کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہوجائے تو ظہر اور جمعہ کا وقت ختم ہوجاتا ہے ——— جمعہ ہر موسم میں جلدی پڑھنا مستحب ہے، اور ظہر کی نماز جاڑے کے موسم

میں اوّل وقت پڑھنا، اور گرمی کے موسم میں اتنی تاخیر کرکے پڑھنا مستحب ہے کہ گرمی کی تیزی کم ہوجائے، لیکن گرمی کے موسم میں بھی اتنی تاخیر نہیں کرنی چاہیئے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل سے زیادہ ہوجائے۔

عصر کا وقت:۔ جب ہر چیز کا سایہ "اصلی سایہ" کے علاوہ دوگنا ہوجائے تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور غروبِ آفتاب تک رہتا ہے، لیکن جب دھوپ پیلی پڑجائے اس وقت نماز مکروہ ہے، اس لئے اِصفرارِ شمس سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیئے نیز عصر کی جماعت میں ہمیشہ اوّل وقت سے تھوڑی تاخیر افضل ہے، اور اگر کوئی ایسے وقت میں بیدار ہو، یا اُسے نماز عصر یاد آئے کہ سُورج بالکل غروب ہونے کو ہے تو اس وقت عصر نہیں پڑھنی چاہیئے، بلکہ انتظار کرنا چاہیئے، جب سُورج غروب ہوجائے تو قضا پڑھے، حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا، لیکن اگر کسی نے اسی وقت عصر کی نماز پڑھ لی تو کراہت کے ساتھ اس دن کی عصر کی نماز درست ہوجائے گی۔

مغرب کا وقت:۔ آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے، اور شفقِ ابیض (سفید شفق) غروب ہونے تک رہتا ہے ——— آفتاب غروب ہونے کے بعد پچّھم کی طرف آسمان پر جو سرخی رہتی ہے اُسے شَفَقِ اَحمر (سُرخ شفق) کہتے ہیں، پھر سُرخی غائب ہونے کے بعد ایک سپیدی نمودار ہوتی ہے، اُسے شَفَقِ اَبیَض کہتے ہیں، پھر جب یہ سپیدی غائب ہوتی ہے تو اُفق تاریک ہوجاتا ہے، اور تمام آسمان یکساں نظر آتا ہے، الغرض شفقِ ابیض کے غائب ہونے سے پہلے تک مغرب کا وقت رہتا ہے، لیکن مغرب ——— کی نماز ہر زمانہ میں اوّل وقت پڑھنا مستحب ہے، اور بلا عذر ستاروں کا جال ظاہر ہونے تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

عشاء کا وقت:۔ شَفَقِ اَبیَض کے غائب ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اور صبح صادق تک رہتا ہے، ——— عشاء کی نماز تہائی رات سے پہلے پڑھنا مستحب ہے، آدھی رات تک مؤخر کرنا مُباح ہے، اور آدھی رات سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

وِتر کا وقت:۔ وہی ہے جو عشاء کا ہے، البتہ وتر کی نماز عشاء کی نماز سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

لہ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رض اَنَّہٗ نَامَ عَنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ فَاسْتَیْقَظَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَلَمْ یُصَلِّ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ——— وَقَدْ ذَھَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ اِلٰی ھٰذَا۔ (ترمذی ص۲۵ ج ۱)

اجابتِ اذان واقامت

اجابتِ اذان کا طریقہ

جو شخص بھی اذان سنے، خواہ مرد ہو یا عورت، پاک ہو یا ناپاک، اس کے لئے اذان کا جواب دینا افضل اور مستحب ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جب مؤذن ایک کلمہ کہکر رُکے تو جواب دینے والا وہی کلمہ کہے، اور جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہے تو جواب دینے والا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے، اور فجر کی اذان میں جب مؤذن اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمْ کہے تو جواب دینے والا صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے، نورالایضاح میں ہے:۔

وَاِذَا سَمِعَ الْمَسْنُوْنَ مِنْہُ اَمْسَکَ وَقَالَ مِثْلَہٗ، وَحَوْقَلَ فِی الْحَیْعَلَتَیْنِ وَقَالَ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ اَوْمَا شَاءَ اللّٰہُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمْ (ص۶)

تنبیہ

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ فجر کی اذان کے جواب میں جو صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہا جاتا ہے۔ وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، مگر کہنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے، کشفُ الخفاء میں ہے:۔

"مقاصد حسنہ" میں فرمایا ہے کہ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسا کلمہ ہے جس کو بہت سے لوگ مؤذن کے فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمْ کہنے کے بعد کہتے ہیں، اور یہ کلمہ کہنا اس اعتبار سے تو صحیح ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کی اجازت دی تھی، بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابومحذورہؓ کو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کا حکم دیا تھا، لہٰذا اس اعتبار سے صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کہنا مستحب ہوسکتا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ فقط صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہنا مستحب ہے۔

اور ملّا علی قاری نے فرمایا کہ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہُ کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اسی طرح مؤذّن کے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے پر لوگوں کا صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہنے کی بھی کوئی اصل نہیں ہے (مرقاۃ ۲۸/۲)

اذان کا جواب دینے پر جنّت کی بشارت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اور (اسکے جواب میں) تم میں سے کوئی کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، پھر مؤذن کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اور جواب دینے والا کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، پھر مؤذن کہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اور جواب دینے والا کہے۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، پھر مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، اور جواب دینے والا کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، پھر مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اور جواب دینے والا کہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، پھر مؤذن کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور جواب دینے والا کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، پھر مؤذن کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور جواب دینے والا کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اور یہ کہنا صدقِ دل سے ہو تو جواب دینے والا جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص۶۵)

مذکورہ حدیث کی وضاحت

اذان میں دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ اذان نماز باجماعت کا اعلان اور بلاوا ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ ایمان کی دعوت و پکار اور

دین حق کا منشور ہے ــــــ پہلی حیثیت سے اذان سننے والے ہر مسلمان مرد کیلئے ضروری ہے کہ وہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز کیلئے تیار ہو جائے، اور ایسے وقت میں مسجد میں پہنچ جائے کہ جماعت میں شریک ہو سکے ــــــ اور دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت و پکار کے ہر جزء اور ہر کلمہ کی اور اس آسمانی اور خدائی منشور کے ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے، اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے ایمان و اعتقاد کی تجدید کیا کرے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا جواب دینے کی جو ترغیب دی ہے اس کی خاص حکمت یہی ہے، اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اذان کا جواب جو بظاہر ایک معمولی سا عمل ہے اس پر دخولِ جنت کی بشارت دینے میں کیا راز ہے؟

اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔

جس طرح زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اسی طرح اقامت و تکبیر کا جواب دینا بھی مستحب ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مُکبّر جو کلمہ کہے جواب دینے والا بھی وہی کلمہ کہتا رہے، البتہ حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃُ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے، اور قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃُ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا کہے، دُرِّ مختار میں ہے:۔ وَیُجِیْبُ الْاِقَامَۃَ نُدْبًا اِجْمَاعًا کَالْاَذَانِ، وَیَقُوْلُ عند قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃُ اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا۔ (شامی ص۲۶۵ ج ۱)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

حضرت بلالؓ نے تکبیر شروع کی، پس جب انھوں نے قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃُ کہا، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا

کہا، اور اقامت کے باقی کلمات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ (مشکوٰۃ ص۶۶)

اذانُ واقامتُ کے جوابُ کا مسنون طریقہ

اذان واقامت کے جواب کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب مؤذن ایک کلمہ کہہ کر فارغ ہوجائے تو سامع اس کلمہ کا جواب دے، مؤذن کے ساتھ ساتھ یا مؤذن سے پہلے اذان واقامت کے کلموں کا جواب دینا درست نہیں، البتہ اگر کوئی شخص اذان خاموشی سے سنتا رہے، اور اذان ختم ہونے کے بعد پوری اذان کا جواب ایک ساتھ دے تو بھی درست ہے۔ بشرطیکہ زیادہ دیر نہ ہوئی ہو، اور اگر زیادہ دیر ہوگئی تو جواب دینے کی سنت ادا نہ ہوگی۔ شامی میں ہے:۔

صَرَّحَ بِہٖ ابنُ حجر فی شرحِ المنھاج: فَلَوْ سَکَتَ حَتّٰی فَرَغَ کُلَّ الاذانِ ثُمَّ اَجَابَ قَبْلَ فَاصِلٍ طَوِیلٍ کَفیٰ فی اَصْلِ سُنَّۃِ الْاِجَابَۃِ کمَا ھُوَ ظاھِر اھ وَاسْتُفِیْدَ مِنْ ھٰذٰا اَنَّ الْمُجِیْبَ لَایَسْبِقُ المؤذِّنَ بَلْ یُعَقِّبُ کُلَّ جُمْلَۃٍ مِنْہُ بِجُمْلَۃٍ مِنْہُ، قَالَ فِی الْفَتْحِ: وَفی حَدیثِ عمرَ بن ابی اُمَامَۃَ التَّنْصِیْصُ علیٰ ذٰلِکَ اھ قُلْتُ: وظاھِرہ انّہ لَا تکْفِیْ الْمُقَارَنَۃُ لِاَنَّ الجوابَ یَعْقِبُ الکَلَامَ (ص۲۶۶ ج ۱)

کیا اذان کا جوابُ دینا واجبُ ہے

زبان سے اذان کا جواب دینا اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے۔ لیکن راجح اور مختار مذہب یہ ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے، افضل اور مستحب ہے، البتہ ہر مسلمان مرد پر ضروری ہے کہ اذان سن کر نماز کیلئے تیار ہوجائے، اور ایسے وقت میں مسجد پہنچ جائے

کہ جماعت میں شریک ہوسکے، کیونکہ جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ شامی میں ہے:۔ اِنَّ الْاِجَابَۃَ بِاللِّسَانِ مَنْدُوْبَۃٌ، وَالْوَاجِبَۃُ ھِیَ الْاِجَابَۃُ بِالْقَدَمِ (ص۲۶۵ ج۱)

عورتوں کیلئے بھی اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

جس طرح مردوں کیلئے زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اسی طرح عورتوں کیلئے بھی جواب دینا مستحب ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان کھڑے ہوکر فرمایا:۔

یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! اِذَا سَمِعْتُنَّ اَذَانَ ھٰذَا الْحَبْشِیِّ وَاِقَامَتَہٗ فَقُلْنَ کَمَا یَقُوْلُ۔ (ترغیب منذری ص۱۸۶ ج۱)

اے عورتو! جب تم اِس حبشی کی اذان واقامت سنو تو وہی الفاظ کہو جو وہ کہتا ہے۔

بے وضو اور جنبی بھی اذان کا جواب دے

ایسے شخص کیلئے بھی اذان کا جواب دینا مستحب ہے جس کو نہانے کی حاجت ہو، یا بے وضو ہو۔ دُرِّ مختار میں ہے۔

وَیُجِیْبُ مَنْ سَمِعَ الْاَذَانَ وَلَوْ جُنُبًا۔ (شامی ص۲۶۵ ج۱)

جو شخص اذان سُنے وہ جواب دے اگرچہ جُنبی ہو،

جب جنابت کی حالت میں جوابِ دینا مستحب ہے تو حَدَث کی حالت میں بطریقِ اولیٰ مستحب ہوگا۔

حیض ونفاس کی حالت میں اذان کا جواب دینا

حیض ونفاس کی حالت میں بھی اذان کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ باعثِ اجر ہے، کیونکہ حیض ونفاس کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت تو ناجائز ہے مگر اس کے علاوہ ہر قسم کا ذکر جائز ہے،

دُرِّ مختار میں ہے

وَلَا بَأْسَ لِحَائِضٍ وَجُنُبٍ بِقِرَاءَةِ أَدْعِيَةٍ وَمَسِّهَا وَحَمْلِهَا، وَذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَتَسْبِيحٍ (شامی صـ ۱۹۵ ج ۱)

حائضہ اور جُنبی کیلئے دُعائیں پڑھنے، اور دعاؤں کی کتاب کو ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ہم بستری کے وقت اور پیشاب پاخانے کی حالت میں جواب دینا

بیوی سے ہم بستری کے وقت اور پیشاب پاخانے کی حالت میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے، کیونکہ ان حالات میں عام طور پر ستر کھلا رہتا ہے، اور ایسی حالت میں گفتگو کرنا بھی نامناسب ہے پس اذان کا جواب دینا تو بطریقِ اولیٰ نامناسب ہوگا۔

وہ حالات جن میں اذان کا جواب دینا ضروری نہیں

دینی تقریر سننے کی حالت میں، اور دینی سبق پڑھنے پڑھانے کی حالت میں اور کھانے میں مشغول ہونے کے وقت اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، لیکن ان حالات میں بھی کسی نے جواب دیا تو یقیناً ثواب کا مستحق ہوگا، دُرِّ مختار میں ہے:۔

لَاحَائِضًا وَنُفَسَاءَ وَسَامِعَ خُطْبَةٍ، وَفِي صَلٰوةِ جِنَازَةٍ وَجِمَاعٍ وَمُسْتَرَاحٍ وَاَكْلٍ وَتَعْلِيمِ عِلْمٍ وَتَعَلُّمِهٖ۔ (شامی صـ ۲۶۵ ج ۱)

نماز کی حالت میں اذان و اقامت کا جواب دینا

نماز پڑھنے کی حالت میں اذان و اقامت کا جواب دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے نماز کی حالت میں اذان یا اقامت کا

جواب دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، شامی میں ہے۔

لَوْ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اِنْ اَرَادَ جَوَابَهٗ تَفْسُدُ، وَكَذَا لَوْ لَمْ تَكُنْ لَهٗ نِيَّةٌ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهٗ اَرَادَ بِهِ الْاِجَابَةَ (باب مايفسد الصلوٰة ص۶۲۰ ج۱)

تلاوت کرتے ہوئے جواب دینا کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہو اور اذان شروع ہو جائے، تو تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، لیکن اگر حافظ سبق یاد کرنے کیلئے، یا آموختہ یاد کرنے کیلئے، یا پارہ یاد کرنے کی غرض سے قرآن پاک پڑھ رہا ہو، یا قاری مشق کرنے یا کرانے کی غرض سے پڑھ رہا ہو تو تلاوت چھوڑ کر اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، جس طرح تفسیر کے درس و تدریس کے وقت اذان کا جواب دینا ضروری نہیں، مراقی الفلاح میں ہے:-

اِذَا سَمِعَ الْمَسْنُوْنَ مِنْهُ اَمْسَكَ حَتّٰى عَنِ التِّلَاوَةِ لِيُجِيْبَ الْمُؤَذِّنَ وَلَوْ فِي الْمَسْجِدِ، وَهُوَ الْاَفْضَلُ (طحطاوی ص۱۱۹) لِاَنَّ تَكْرَارَ الْقِرَاءَةِ اِنَّمَا هِيَ لِلْاَجْرِ فَلَا يَفُوْتُ بِالْاِجَابَةِ بِخِلَافِ التَّعَلُّمِ فَعَلٰى هٰذَا لَوْ يَقْرَأُ تَعْلِيْمًا اَوْ تَعَلُّمًا لَا يَقْطَعُ (شامی ص۲۶۶ ج۱)

تنبیہ اوپر کے مسائل سے واضح ہوا کہ یہ جو رواج ہے کہ اذان شروع ہونے پر تقریر بند کر دی جاتی ہے، یا درس روک دیا جاتا ہے یہ محض رواج ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے البتہ لوگ باتیں کر رہے ہوں تو ان کا رُک جانا ضروری ہے تاکہ اذان کا جواب دے سکیں۔

اذان ختم ہونے کے بعد جواب دینا جو شخص اذان کے وقت نماز یا تلاوت یا درس و تدریس یا تقریر سننے یا کھانے پینے میں مشغول ہو، یا پیشاب پاخانے

یا ہم بستری کی حالت میں ہو جس کی وجہ سے اذان کا جواب نہ دے سکا ہو، اور اذان ختم ہو گئی ہو، مگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو ایک ساتھ پوری اذان کا جواب دینا چاہئے، اور اگر زیادہ دیر ہو گئی ہو تو جواب نہیں دینا چاہئے۔ شامی میں ہے: هَلْ يُجِيبُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ هٰذِهِ الْمَذْكُورَاتِ أَمْ لَا؟ يَنْبَغِي أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَطُلِ الْفَصْلُ فَنَعَمْ، وَإِنْ طَالَ لَا (ص۲۶۶ ج ۱)

اذان و اقامت کی آواز نہ سنے تو جواب دینا ضروری نہیں

اگر اذان واقامت کی آواز نہ سنے خواہ بہرا ہونے کی وجہ سے، یا دور ہونے کی وجہ سے تو اذان واقامت کا جواب دینا ضروری نہیں ہے اگرچہ معلوم ہو کہ اذان واقامت ہو رہی ہے، طحطاوی میں ہے:- فَلَوْ لَمْ يَسْمَعْ لِبُعْدٍ أَوْ لِصَمَمٍ لَا تُشْرَعُ لَهُ الْمُتَابَعَةُ وَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ أَذَانٌ (ص۱۱۹)

اذان و اقامت کے کچھ کلمات سنے تو جواب دینا مستحب ہے

اگر کسی نے اذان واقامت کے کچھ کلمات سُنے، اور کچھ نہ سُنے مثلاً لاؤڈ سپیکر پر اذان ہو رہی تھی اور بجلی چلی گئی جس کی وجہ سے کچھ کلمات کی آواز نہیں پہنچی تو بھی پوری اذان یا اقامت کا جواب دینا مستحب ہے، شامی میں ہے:- يُجِيبُ فِي جَمِيعِهِ إِذَا لَمْ يَسْمَعْ إِلَّا بَعْضَهُ (ص۲۶۵ ج ۱)

حاضرین مسجد پر اذان کا جواب ضروری ہے

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں موجود ہو اس پر اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اجابتِ اذان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اجابتِ قولی: یعنی زبان سے جواب دینا، اور دوسری

اجابتِ فعلی یعنی اذان سُنکر مسجد کی طرف جانا —— اوّل کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور ثانی یعنی اذان سُنکر ایسے وقت میں مسجد میں پہنچ جانا کہ جماعت میں شریک ہوسکے واجب اور ضروری ہے۔

اور جن حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں ہو اس پر اذان کا جواب دینا واجب اور ضروری نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجابتِ فعلی واجب اور ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پہلے سے مسجد میں ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ زبان سے جواب دینا بھی مستحب نہیں ہے بلکہ جس طرح دوسرے لوگوں پر زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اسی طرح حاضرین مسجد پر بھی اگر نماز یا درس وتدریس وغیرہ میں مشغول نہ ہوں تو اذان کا جواب دینا مستحب ہے دُرِّمختار میں ہے:۔

وَلَوْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ حِيْنَ سَمِعَهُ لَيْسَ عَلَيْهِ الْاِجَابَة، وَلَوْ كَانَ خَارِجَه أَجَابَ بِالْمَشْيِ اِلَيْهِ بِالْقَدَمِ، وَلَوْ أَجَابَ بِاللِّسَانِ لَا بِهِ لَا يَكُوْنُ مُجِيْبًا، وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى اَنَّ الْاِجَابَةَ الْمَطْلُوْبَةَ بِقَدَمِهٖ لَا بِلِسَانِهٖ (شامی ص۲۶۷ ج۱)

اذان واقامت سُنکر کھڑا ہونا

اذان سن کر نماز کی تیاری کے لئے کھڑا ہوجانا بہتر اور مستحب ہے، لیکن زبان سے جواب دینے کے لئے کھڑا ہونا مستحب اور مسنون نہیں ہے، بیٹھکر جواب دینا بھی بلا کراہت جائز ہے، البتہ اقامت سنتے ہی نماز کیلئے کھڑا ہونا مستحب ہے

وَيُنْدَبُ الْقِيَامُ عِنْدَ سَمَاعِ الْاَذَانِ (دُرِّ مُختار) قُلْتُ: وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُّرَادَ بِالْقِيَامِ الْاِجَابَةُ بِالْقَدَمِ وَقَدْ اَخْرَجَ السيوطیؒ: اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْمُوْا، فَاِنَّهَا عَزْمَةٌ مِنَ اللهِ قَالَ شَارِحُهُ الْمُنَاوِي اَيْ اِسْعَوْا اِلَى الصَّلٰوةِ،

او المرادُ بِالنِدَاءِ الاقامۃُ (شامی ص۲۶۶ ج۱)

اذان و اقامت سننے کی حالت میں سلام و کلام کرنا!

اذان واقامت سننے کی حالت میں بات چیت کرنا، یا کسی کو سلام کرنا مناسب نہیں، اسی طرح کوئی سلام کرے تو جواب دینا بھی ضروری نہیں، کیونکہ ذکر سننے والا ذکر کرنے والے کے حکم میں ہوتا ہے۔ شامی میں ہے:۔ وَیَنْبَغِیْ لِلسَّامِعِ اَنْ لَّا یَتَکَلَّمَ وَلَا یَشْتَغِلَ بِشَیْئٍ فِی حَالَۃِ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ، وَلَا یَرُدُّ السَّلَامَ اَیْضًا (ص۲۶۸ ج۱)

غیر مسنون اذان و اقامت کا جواب دینا مستحب نہیں

مسنون اذان واقامت کا جواب دینا مستحب ہے، غیر مسنون اذان واقامت کا جواب دینا مستحب نہیں ہے، لہذا اگر کسی نے وقت سے پہلے اذان پڑھی، یا غیر عربی میں اذان کہی، اسی طرح جُنبی یا عورت نے اذان دی یا ایسے جاہل نے اذان واقامت کہی جس کا تلفظ تک صحیح نہیں ہے تو اس کا جواب دینا مستحب نہیں ہے، وَیُجِیْبُ اِنْ سَمِعَ المَسْنُوْنَ منه وهُوَمَا کَانَ عَرَبِیًّا لَا لَحْنَ فِیْهِ (دُرِّمُختَار) الظاهِرُ اَنَّ المُرَادَ مَا کَانَ مَسْنُوْنًا جَمِیْعَه، فَلَوْ کَانَ بعضُ کَلِمَاتِهٖ غَیْرَ عَرَبِیٍّ اَوْمَلْحُوْنًا لَا تَجِبُ عَلَیْهِ الاِجَابَۃُ فِی الْبَاقِی، لِاَنَّهٗ حِیْنَئِذٍ لَیْسَ اِذًا نًا مَسْنُوْنًا کَمَا لو کَانَ کُلُّهٗ کَذٰلِکَ، اَوْکَانَ قَبْلَ الوقتِ اَوْمن جُنُبٍ اَوِامْرَأَۃٍ (شامی ص۲۶۶ ج۲)

چند اذانوں کا جواب دینا

چند اذانوں کی دو صورتیں ہیں، جن میں سے ایک آج کل عام طور پر رائج ہے، اور وہ یہ ہے کہ مختلف مسجدوں اور محلوں میں اذانیں ہو رہی ہوں، دوسری صورت یہ ہے

کہ ایک ہی مسجد میں چند اذانیں دی جائیں، یہ صورت آج کل رائج نہیں ہے، پہلے زمانہ میں (خیر القرون کے بعد) یہ صورت رائج تھی، اس لئے فقہ کی کتابوں میں اسی صورت کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ صرف پہلی اذان کا جواب دینا مستحب ہے، کیونکہ وہی اذان مسنون ہے، بعد کی اذان مسنون نہیں ہے۔

آج کل عام طور پر جو صورت رائج ہے اس کا حکم جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جس طرح چند اذانوں کی دو صورتیں ہیں ایک رائج اور دوسری غیر رائج، اسی طرح اذان کا جواب دینے کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اجابت بالقدم یعنی اذان سُنکر ایسے وقت میں مسجد میں پہنچنا کہ جماعت میں شریک ہوسکے، اور دوسری اجابت باللسان یعنی زبان سے اذان کا جواب دینا، اوّل واجب اور ضروری ہے، اور دوسری مسنون اور مستحب۔

لہٰذا اگر کسی نے مختلف مسجدوں اور محلّوں کی اذانیں سنیں تو اجابت بالقدم صرف اپنے محلّہ کی مسجد کی طرف واجب ہے۔ اگر اس میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہے، ورنہ جس مسجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہے اس مسجد کی طرف اجابت بالقدم واجب ہے ـــــ اور زبان سے تمام اذانوں کا جواب دینا مستحب ہے کیونکہ سب اذانیں مسنون ہیں، اور مسنون اذان کا جواب دینا مستحب ہے جیسا کہ پہلے گذرا، نیز اللہ جل شانہ کے منادی کے ساتھ حسنِ ادب کا بھی تقاضا یہ ہے کہ تمام مسجدوں کی اذانوں کا جواب دیا جائے

امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے:۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اجابت اذان کی دو قسمیں ہیں، ایک اجابت بالقدم یعنی اذان سن کر مسجد میں جانا، اور دوسری اجابت باللسان یعنی اذان سنکر منہ سے اس کا جواب دینا اوّل واجب ہے، اور ثانی

مستحب ہے۔

اسی طرح چند اذانوں کی بھی دو صورتیں ہیں، اوّل ایک ہی مسجد میں چند اذانیں ہوں، دوم چند اذانیں الگ الگ مساجد میں ہوں، قسم اوّل کا حکم دُرِّ مختار میں یہ بیان کیا ہے کہ صرف اذانِ اوّل کا جواب دے، وَلَوْ تَکَرَّرَ اَجَابَ الْاَوَّلَ (دُرِّ مُختار) ای بِاَنْ اَذَّنَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ، اَمَّا لَوْ سَمِعَهُمْ فِیْ اٰنٍ وَاحِدٍ مِنْ جِهَاتٍ فَسَیَأْتِیْ (رَدُّ الْمُحْتَار)

علّامہ شامی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ دُرِّ مُختار کا قول صرف اس صورت کا حکم ہے جبکہ متعدد اذانیں ایک ہی مسجد میں ہوں، اور اس حکم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حرمت صرف اذانِ اوّل کے لئے ہے، کیونکہ بعد کی اذانیں مسنون نہیں ہیں، وَیُفِیْدُهٗ مَا فِی الْبَحْرِ اَیْضًا عَنِ التَّفَارِیْقِ اِذَا کَانَ فِی الْمَسْجِدِ اَکْثَرُ مِنْ مُؤَذِّنٍ ------ اَذَّنُوْا وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَالْحُرْمَةُ لِلْاَوَّلِ (رَدُّ الْمُحْتَار ص۳۶۹ ج۱)

اور قسم دوم (یعنی جب متعدد مساجد کی اذانیں سنے) کے متعلق علّامہ شامی نے ترجیح اس کو دی ہے کہ زبان سے تمام اذانوں کا جواب دے، بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ مِنْ مَحَلَّاتٍ مُخْتَلِفَةٍ تَأَمَّلْ، وَیَظْهَرُ لِیْ اِجَابَةُ الْکُلِّ بِالْقَوْلِ لِتَعَدُّدِ السَّبَبِ وَهُوَ السَّمَاعُ کَمَا اعْتَمَدَهٗ بَعْضُ الشَّافِعِیَّةِ (رَدُّ الْمُحْتَار) یعنی داعی الی اللہ کے ساتھ حُسنِ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اجابت باللسان تمام مساجد کی اذانوں کی مستحب ہے۔

رہی اجابت بالقدم تو دُرِّ مختار میں ہے وَفِی التَّتَارْخَانِیَةِ: اِنَّمَا یُجِیْبُ اَذَانَ مَسْجِدِهٖ، وَسُئِلَ ظَهِیْرُ الدِّیْنِ عَمَّنْ سَمِعَهٗ فِیْ اٰنٍ مِنْ جِهَاتٍ مَاذَا یَجِبُ عَلَیْهِ؟ قَالَ: اِجَابَةُ اَذَانِ مَسْجِدِهٖ بِالْفِعْلِ اھ قال الشامی

(قولہ اِنَّمَا یُجِیْبُ اذانَ مَسْجِدِہٖ) ای بالقدم (ص۳۷۱ ج۱) یعنی اجابت بالقدم صرف مسجدِ محلہ کی اذان کی واجب ہے (۱/۱۶۷ — ۱۶۹)

خطبہ کی اذان کا جواب دینا

امام (خطیب) کے لئے خطبہ کی اذان کا جواب دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، اور حدیث سے ثابت ہے، اور مقتدیوں کے لئے خطبہ کی اذان کا جواب نہ دینا بہتر اور افضل ہے، لیکن جواب دینے میں کوئی گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس دوسری صورت میں علماء کی دو رائیں ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ مقتدیوں کے لئے خطبہ کی اذان کا جواب دینا مکروہ ہے، اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، جن کے نزدیک مکروہ ہے ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَتَطَھَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ، ثُمَّ ادَّھَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِیْبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ یُفَرِّقْ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَصَلّٰی مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی۔

(ص۱۲۴ ج۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور حتی الامکان پاک صاف ہوا، پھر تیل لگایا، یا کوئی خوشبو لگائی، پھر روانہ ہوا، اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے بیچ میں نہیں گھسا، پھر جتنی نماز اس کے لئے مقدر تھی وہ پڑھی، پھر جب امام نکلا تو وہ خاموش رہا، تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی درمیانی خطائیں معاف کردی جائیں گی۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور پر مغفرت کی بشارت دی ہے ان میں سے ایک امام کے نکلنے پر خاموش رہنا بھی ہے، لہذا اس بشارت کا مستحق وہی شخص ہوگا جو امام کے نکلنے پر بالکل خاموش ہو جائے، اور کسی قسم کی گفتگو یا ذکر نہ کرے۔

اور جن حضرات کے نزدیک خطبہ کی اذان کا جواب دینا جائز اور درست ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث إِذَا سَمِعْتُمُ الْأَذَانَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ (جب تم اذان سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے) کے عموم میں اذانِ خطبہ کا جواب دینا بھی داخل ہے، اور تائید میں بخاری شریف کی یہ حدیث۔۔۔ پیش کرتے ہیں۔

ابو اُمامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا اس حال میں کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، جب مؤذن نے اذان دی اور کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ تو حضرت معاویہؓ نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، پھر مؤذن نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو حضرت معاویہؓ نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں، پھر مؤذن نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو حضرت معاویہؓ نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں، پھر جب اذان پوری ہوگئی تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مِنْ مَقَالَتِيْ (ج۱ ص۱۲۵)

اے لوگو! میں نے اس جگہ جب مؤذن نے اذان کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وہ کلمات سنے جو تم نے میرے منہ سے سنے۔

اِس استدلال پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ یا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ جواب دیا ہے مگر وہ حضرات امام تھے، اور اختلاف مقتدیوں کے جواب دینے میں ہے، پس استدلال تام نہیں ہے، اس شبہ کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں ہے۔ الغرض مسئلہ میں دو رائیں ہیں۔ کفایتُ المفتی میں ہے:۔

امام ابوحنیفہ رحؒ کے نزدیک خروجِ امام سے ختمِ خطبہ تک کوئی کلام نہیں کرنا چاہیئے ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ روایت ہے عن سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الخ کہ اس حدیث میں انصات کو خروجِ امام سے متعلق فرمایا ہے، اور حدیثِ مُعاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب امام ابوحنیفہ رحؒ کی طرف سے یہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ امام وخطیب تھے، لہٰذا ان کی طرف سے اجابتِ اذان خارج نہیں، کیونکہ اِنصات کا حکم غیر خطیب کیلئے ہے، ہاں امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے غیر خطیب کے لئے کلامِ دینی کو جائز فرماتے ہیں تو اجابتِ اذان اور دُعاء وسیلہ ان کے نزدیک جائز ہے (صـ۲۲۶ ج ۳)

اذان کی دُعا کا مسنون طریقہ

اذان کی دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن اذان سے اور سننے والے جواب سے فارغ ہو کر پہلے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجیں، پھر ہاتھ اٹھائے بغیر وسیلہ کی دعا کریں، عام طور پر لوگ درود شریف چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے کہ وسیلہ کی دعا سے پہلے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا چاہیئے، مراقی الفلاح میں ہے:۔

ثُمَّ دَعَا الْمُجِيْبُ وَالْمُؤَذِّنُ بِالْوَسِيْلَةِ بَعْدَ صَلَاتِهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْبَ الْاِجَابَةِ (طحطاوی ص۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:-

جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ دُرود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لئے وسیلہ کی دُعا کرو، کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک مقام (مرتبہ) ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا، اور امید ہے کہ وہ میں ہوں گا، پس میرے لئے جو وسیلہ کی دُعا کرے گا وہ میری شفاعت کا حقدار ہو گا (مشکوٰۃ ص۶۴)

دُعاءِ وسیلہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے اذان سُن کر کہا:-

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وہ بندہ میری شفاعت کا حقدار ہو گیا۔ (مشکوٰۃ ص۶۵)

وَالدَّرَجَةَ اور وَارْزُقْنَا وغیرہ کا ثبوت

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دُعاءِ وسیلہ میں وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ اور وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثابت نہیں ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ تو کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئے ہیں، البتہ اس کے ہم معنیٰ الفاظ احادیث میں موجود ہیں، اس لئے اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

اِلْمِيْعَادَ کیطرح وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ اور وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
کو بھی دعاءِ وسیلہ میں بڑھانا درست ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جس مسلمان نے اذان سن کر مؤذن کے کلمات کا جواب دیا پھر کہا:
اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَا نِالْوَسِيْلَةَ وَاجْعَلْ فِى الْاَعْلِيْنَ دَرَجَتَهٗ
اس کے لئے قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو گئی۔ (طحاوی شریف ص۸۷ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جس نے اذان سن کر کہا:۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَبَلِّغْهُ دَرَجَةَ الْوَسِيْلَةِ عِنْدَكَ، وَاجْعَلْنَا فِىْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (کنز العمال ص۲۴۰ ج۷)

بیہقی کی روایت میں ہے:۔

جس بندے نے اذان سن کر کہا:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ وہ بندہ میری شفاعت کا حقدار ہو گیا۔ (سنن کبریٰ ص۴۱۰ ج۱)

دوسری دُعا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جس بندے نے اذان سُن کر کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(مشکوٰۃ ص۶۵)

ان سب حدیثوں پر عمل کرنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ اذان کا جواب دینے کے بعد پہلے مذکور دُعا پڑھے، پھر جو درود شریف چاہے پڑھے، پھر وسیلہ کی دُعا کرے اس طرح:۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ① رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا ② اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ③ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ ④ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑤

ترجمہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں ① میں راضی ہوں اللہ کے رب ہونے پر، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر ② اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام اور برکت نازل فرما ③ اے اللہ! اے اس اذان کے رَبّ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ

اور فضیلہ یعنی بلند ترین درجہ عطا فرما ④ اور ان کو اُس مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا آپ نے اُن کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہم کو قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا حقدار بنا، بیشک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے ہیں ⑤

وسیلہ اور مقام محمود کی تفصیل

دعاءِ وسیلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین چیزوں کی دعا کی جاتی ہے — وَسِیلَہ — فَضِیلَہ — اور مقام محمود — ان کی تفصیل یہ ہے کہ "وسیلہ" اللہ تعالیٰ کی مقبولیت و محبوبیّت کا ایک خاص الخاص مقام اور مرتبہ ہے، اور جنّت کا ایک مخصوص و ممتاز درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی ایک بندے ہی کو ملنے والا ہے جیساکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذرا — اور "فضیلہ" بھی اس مقام و مرتبہ کا دوسرا نام ہے — اور مقام محمود وہ مقام عزت ہے جس پر فائز ہونے والا ہر ایک کی نگاہ میں محمود و محترم ہوگا، اور سب اس کے ثناخواں اور شکرگذار ہوں گے، اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے دن جو اللہ تعالیٰ کے جلال کے ظہور کا خاص دن ہوگا، اور سارے انسان اپنے اعمال اور احوال کے اختلاف کے باوجود اس وقت دہشت زدہ اور پریشان ہوں گے، حتیٰ کہ حضرت نوح و ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام جیسے اُولُوالعزم پیغمبر بھی اللہ جلّ شانہٗ کے حضور میں کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ کرسکیں گے تو اس وقت سیّدُ المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا کہہ کر احکم الحاکمین کی بارگاہِ جلال میں سب سے پہلے سارے انسانوں کے لئے حساب اور فیصلہ کی استدعا اور شفاعت کریں گے، اور اس کے بعد گنہگاروں کی سفارش کا دروازہ بھی آپ ہی کے اِقدام سے کھلے گا، بس یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے:

عَسٰی اَن یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (اسراء آیت ۷۹) امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں جگہ دیگا۔ (ماخوذ از معارف الحدیث ج۳ ص۱۶۶)

اذان کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا

اذان کے بعد دُعاءِ وسیلہ میں ہاتھ اٹھانا احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے اِس دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا ہی افضل اور بہتر ہے، البتہ اگر کوئی شخص دُعاءِ ماثورہ کے بعد اپنی حاجت کے لئے بھی دعا کرنا چاہے تو اس کے لئے ہاتھ اٹھانا افضل ہے۔ امداد الفتاویٰ میں ہے:۔

دعائیں دو قسم کی ہیں:۔ ایک وقتی حاجت مانگنا بدونِ توظیفِ الفاظ کے، احادیثِ رفعِ یدین اس کے متعلق ہیں، دوسری اَدعیۂ مُوَظّفَہ خواہ جوامع ہوں خواہ مُوقّت ہوں، احادیثِ رفع اس کے متعلق نہیں، اِلَّا مَا وَرَدَ فِیْهِ بِالْخُصُوْصِ، اوّل میں رفعِ یدٗ افضل ہے اور عدمِ رفع مباح، دوسری میں عدمِ رفع افضل ہے اور رفع مُباح، اور ہر دُعا میں رفع کو افضل کہنا بہت مستبعد ہے، بعض میں تو نفیِ رفع کی قریب قریب مُصرّح ہے، مثلاً منکوحہ کی اوّل خلوت میں، یا اِشتراءِ رقیق یا دابّہ میں وارد ہے فَلْیَاْخُذْ بِنَاصِیَتِهَا وَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الخ اَخذِ ناصیہ ظاہر ہے کہ رفع کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، یا مثلاً جماع کے وقت اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ الخ اس وقت رفع کیسے ہوگا؟ یا مثلاً اِنزال کے وقت اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الشَّیْطَانَ الخ علیٰ ھذا

(ص ۱۶۳، ۱۶۴ ج۱ جدید)

اس پر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری محدّث دار العلوم دیوبند نے

جو حاشیہ ارقام فرمایا ہے وہ قابلِ دید ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔
"امام العصر علّامہ انورشاہ صاحبؒ کی رائے بھی یہ ہے کہ اذان کی دُعا میں عدمِ رفع مسنون ہے، اَلْمَسْنُوْنُ فِی هٰذَا الدُّعَاءِ اَلَّا تُرْفَعَ الْاَیْدِیْ، لِاَنَّهٗ لَمْ یَثْبُتْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم رَفْعُهَا الخ (فیض الباری ۲/۱۶۳) اور آپ نے بھی نیل الفرقدین صـ۱۳۳ میں حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے قریب قریب تحقیق بیان فرمائی ہے جسے فیض الباری (۲/۱۲۷) میں نقل کیا گیا ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ اذان کے بعد کا وقت احادیث میں "محلِ اجابت" میں شمار کیا گیا ہے، اور اپنی حاجات کے لئے دعا کرنے کا امر بھی وارد ہوا ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِیْنَ یَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: قُلْ کَمَا یَقُوْلُوْنَ فَاِذَا انْتَهَیْتَ فَسَلْ تُعْطَ۔ (رواہ ابوداؤد) لہٰذا اگر کوئی شخص اذان کے بعد صرف دعاءِ ماثورہ پڑھنا چاہتا ہو تو عدمِ رفع افضل ہے، جیسا کہ حضرت مجیبؒ اور علّامہ کشمیریؒ کی رائے ہے لیکن اگر کسی کو دُعاءِ ماثورہ کے علاوہ اپنی حاجات کے لئے بھی دعا کرنا ہے تو اس کے لئے رفعِ ید افضل ہے اسی قاعدے سے جو حضرت مجیبؒ نے ذکر کیا ہے، واللہ سبحانہٗ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ (جدید) صـ۱۶۴، ۱۶۵ ج ۱)

اذان و اقامت کے درمیان دُعا کرنا

اذان واقامت کے درمیان کا وقت بہت قیمتی اور بابرکت وقت ہے اور دُعا کی قبولیت کی گھڑی ہے۔ اس مبارک گھڑی میں دعا مانگنے کی احادیث

میں بہت ترغیب آئی ہے، اس لئے اذان واقامت کے درمیان میں مردوں اور عورتوں کو اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے دینی اور دنیوی مقاصد کے لئے خوب عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنی چاہئے،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا یُرَدُّ الدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ
اذان واقامت کے درمیان دُعا رد نہیں کی جاتی۔ (مشکوٰۃ ص۶۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اذان کہنے والے ہم پر فضیلت لے گئے، آپ نے فرمایا کہ: تم بھی وہی کلمات دہراؤ جو مؤذن کہتے ہیں، پھر جب تم جواب سے فارغ ہوجاؤ تو مانگو، اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور عطا فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ ص۶۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَ عِنْدَ الْبَاْسِ حِیْنَ یَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ (مشکوٰۃ ص۶۶)

دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا یہ فرمایا کہ بہت کم رد کی جاتی ہیں۔ ایک اذان کے وقت دعا کرنا اور دوسری جنگ کے وقت دُعا کرنا جب میدانِ کارزار گرم ہو رہا ہو۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اذانِ مغرب کے وقت کیا دُعا کرے

جب مغرب کی اذان ہونے لگے تو سننے والوں کے لئے یہ دُعا کرنا مسنون ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِكَ

اے اللہ! یہ آپکی رات کے آنے اور

وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِیْ۔ آپ کے دن کے جانے اور آپ کے منادیوں کی آواز کا وقت ہے۔ پس میری مغفرت فرمادیجئے۔

※ ※ ※ ※

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا کہ مغرب کی اذان کے وقت میں یہ دعا کروں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِیْ (ابوداؤد ج۱ ص۹)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

جو شخص مسجد کی حدود کے اندر ہو اس کے لئے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر بلا ضرورت مسجد سے نکل کر چلا جانا مکروہ تحریمی ہے، حدیث میں ایسے شخص کو منافق کہا گیا ہے۔ البتہ اگر واپس آکر نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے، اور اگر مسجد شرعی سے باہر ہو تو جانا جائز ہے، دُرِّ مختار میں ہے وَكُرِهَ تَحْرِيْمًا خُرُوْجُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ مِنْ مَسْجِدٍ اُذِّنَ فِيْهِ۔ (شامی باب ادراک الفریضۃ ج۱ ص۴۷۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ وَلَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ (ابن ماجہ ص۵۴) جو شخص مسجد میں تھا اور اذان ہوگئی، پھر وہ نکل گیا، اور کسی ضرورت سے نہیں نکلا اور نہ واپس لوٹنے کا ارادہ ہے تو وہ منافق ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز ہے، اسی طرح اگر جماعت میں دیر ہو تو نکلنے میں کوئی حرج نہیں، شامی میں ہے:۔ لَوْ كَانَتِ الْجَمَاعَةُ يُؤَخِّرُوْنَ لِلدُّخُوْلِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ كَالصُّبْحِ مَثَلًا فَخَرَجَ ثُمَّ رَجَعَ وَصَلّٰى مَعَهُمْ يَنْبَغِیْ اَنْ لَا يُكْرَهَ (ج۱ ص۴۸۰)

اذان واقامت کے دیگر مواقع

بچّے کے کان میں اذان و اقامت کہنا

جب بچّہ پیدا ہو چاہے لڑکا ہو یا لڑکی تو اس کے دائیں کان میں اذان کہنا، اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب اور مسنون ہے، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلٰوۃِ (ترمذی ص۱۸۳ ج۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز کی اذان کہتے ہوئے دیکھا جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن کو جنا۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَنْ وُلِدَ لَہٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی، وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی لَمْ تَضُرَّہٗ اُمُّ الصِّبْیَانِ۔ (اعلاءُ السُّنَن ص۱۲۳ ج۱۷)

جس کے لئے بچّہ جنا گیا، پس اس نے اسکے داہنے کان میں اذان کہی، اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچّے کو امّ الصّبیان (بچّوں کی ایک بیماری جسمیں بچّہ سوکھ جاتا ہے جس کو مَسان بھی کہتے ہیں، وہ) نقصان نہیں دے گا۔

مُصنّف عبدالرزّاق میں ہے:۔

اِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ کَانَ اِذَا وُلِدَ لَہٗ وَلَدٌ اَخَذَہٗ کَمَا ھُوَ فِیْ خِرْقَتِہٖ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی، وَاَقَامَ فِی الْیُسْرٰی، وَسَمَّاہُ مَکَانَہٗ (ج۴ ص۳۳۶)

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا تو وہ بچّے کو اس کے کپڑے میں جیسا ہوتا ویسا ہی لیتے اور اسکے داہنے کان میں اذان کہتے، اور بائیں کان میں اقامت کہتے، اور اسی جگہ اس کا نام رکھتے

بچے کے کان میں اذان پڑھتے وقت چہرہ پھیرنا

کچھ فقہاء کی رائے ہے کہ بچّے کے کان میں اذان پڑھتے وقت بھی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنا سنّت ہے، لیکن راجح اور صحیح مسلک یہ ہے کہ اس اذان میں دائیں بائیں چہرہ پھیرنا مسنون نہیں ہے، اعلاءُ السنن میں ہے:۔

وَمَا ذَکَرَہٗ بَعْضُ الْفُقَھَاءِ مِنْ تَحْوِیْلِ الْوَجْہِ فِیْ ھٰذَا الْاَذَانِ یَمِیْنًا وَشِمَالًا لَمْ اَجِدْ لَہٗ اَصْلًا، وَلَا یَصِحُّ قِیَاسُہٗ عَلَی التَّحْوِیْلِ فِی الْاَذَانِ لِلصَّلٰوۃِ، لِاَنَّہٗ لِلْاِعْلَامِ وَلَا حَاجَۃَ اِلٰی مِثْلِ ھٰذَا الْاِعْلَامِ ھٰھُنَا کَمَا لَا یَخْفٰی (ج۱۷ ص۱۲۳)

تنبیہ

بچّے کے کان میں جب اذان واقامت کہی جائے تو جہرِ مُفرِط[1] کے ساتھ نہ کہی جائے بلکہ ہلکی آواز سے کہی جائے، کیونکہ جہر کا مقصد اعلان ہے اور اس اذان واقامت کا مقصد اعلان نہیں ہے۔

غمگین کے کان میں اذان پڑھنا

جو شخص کسی رنج وغم میں مبتلا ہو اس کے کان میں اذان کہنے سے اس کا

---

[1] جہرِ مُفرِط: یعنی بہت زیادہ بلند آواز ۱۲

رنج وغم دور ہوتا ہے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غمگین دیکھکر فرمایا: ابن ابی طالب! میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا:۔

فَمُرْ بَعْضَ اَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ دَوَاءٌ لِلْهَمِّ۔ کہ تم اپنے گھروالوں میں سے کسی کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان پڑھے کیونکہ یہ غم کا علاج ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو میرا غم دور ہوگیا، اسی طرح اس حدیث کے تمام راویوں نے اس کو آزما کر دیکھا تو سب نے اس کو مجرب پایا۔ (کنز العمال ص۶۵۸ ج ۲)

بداخلاق کے کان میں اذان پڑھنا

جس کی عادت خراب ہوجائے، خواہ انسان ہو یا جانور اس کے کان میں بھی اذان پڑھنی چاہئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَنْ سَاءَ خُلُقُهٗ مِنْ اِنْسَانٍ اَوْ دَابَّةٍ فَاَذِّنُوْا فِي اُذُنِهٖ۔ جو بداخلاق ہوجائے، خواہ انسان ہو یا چوپایہ اس کے کان میں اذان پڑھو۔

رواہ الدیلمی (مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۴۹ ج ۲)

شیطان کے پریشان کرنے اور ڈرانے کے وقت اذان کہنا

جب شیطان کسی کو پریشان کرے اور ڈرائے اس وقت بلند آواز سے اذان کہنی چاہئے، کیونکہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے، حضرت سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، اور میرے ہمراہ ہمارا ایک بچہ یا ساتھی تھا۔ پس

دیوار کی طرف سے کسی پکارنے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی، اور اس شخص نے جو میرے ہمراہ تھا دیوار کی طرف دیکھا تو اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئی، پھر میں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا: اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تمہیں یہ بات پیش آئے گی تو میں تم کو نہ بھیجتا۔

وَلٰکِنْ اِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادِ بِالصَّلٰوۃِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ اَبَاھُرَیْرَۃَ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: اِنَّ الشَّیْطٰنَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ وَلّٰی وَلَہٗ حُصَاصٌ۔ (مسلم شریف ص۱۶۷ ج۱)

لیکن (یہ بات یاد رکھو کہ) جب تم کوئی آواز سنو تو بلند آواز سے اذان کہو، کیونکہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔

غولِ بیابانی (بھوتوں) کو دیکھ کر اذان کہنا!

اگر کوئی شخص بھوت پریت دیکھے تو اس کو بلند آواز سے اذان کہنی چاہئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

اِذَا تَغَوَّلَتْ لَکُمُ الْغِیْلَانُ فَاَذِّنُوْا (مصنف عبد الرزاق ص۱۶۳ ج۵)

جب تمہارے سامنے بھوت پریت مختلف شکلوں میں نمودار ہوں تو اذان کہو۔

اذان کے چند اور مواقع

مذکورہ مواقع کے علاوہ اذان کے درج ذیل مواقع بھی بزرگوں نے ذکر کئے ہیں: آگ[۱] لگنے کے وقت، کفار[۲] سے جنگ کرنے کے وقت، غصہ[۳] کے وقت، جب[۴] مسافر راستہ بھول جائے، اور جب[۵] کسی کو مرگی آئے، لہٰذا علاج اور عمل کے طور پر ان مواقع

میں بھی اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امداد الفتاویٰ میں ہے۔

اِن مواقع میں اذان سنّت ہے:۔ فرض[1] نماز، بچّہ[2] کے کان میں وقتِ ولادت، آگ[3] لگنے کے وقت، جنگِ[4] کفار کے وقت، مسافر[5] کے پیچھے جب شیاطین ظاہر ہوکر ڈرائیں، غم[6] کے وقت غضب[7] کے وقت، جب[8] مسافر راہ بھول جائے، جب[9] کسی کو مرگی آوے، جب[10] کسی آدمی یا جانور کی بدخلقی ظاہر ہو، اس کو صاحبِ ردّ المحتار نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۶۵ ج ۱)

شامی میں ہے:۔

قَدْ یُسَنُّ الْاَذَانُ لِغَیْرِ الصَّلٰوۃِ کَمَا فِی اُذُنِ الْمَوْلُوْدِ وَالْمَهْمُوْمِ وَالْمَصْرُوْعِ وَالْغَضْبَانِ وَمَنْ سَاءَ خُلُقُهٗ مِنْ اِنْسَانٍ اَوْبَهِیْمَةٍ، وَعِنْدَ مُزْدَحَمِ الْجَیْشِ، وَعِنْدَ الْحَرِیْقِ، وعند تَغَوُّلِ الْغِیْلَانِ اَیْ عند تَمَرُّدِ الْجِنِّ لِخَبَرٍ صَحِیْحٍ فِیْهِ، وَزَادَ ابنُ حَجَرٍ فِی التُّحْفَةِ الاذانُ والاقامةُ خَلْفَ الْمُسَافِرِ، قال المَدَنِیُّ اَقُوْلُ وَزَادَ فِی شِرْعَةِ الْاِسْلَامِ لِمَنْ ضَلَّ الطَّرِیْقَ فِی اَرْضٍ قَفْرٍ اَیْ خَالِیَةٍ مِنَ النَّاسِ (ص ۲۵۸ ج ۱)



اذان واقامت سے متعلق بدعات ورسوم

بدعت کی نحوست جو لوگ بدعت اپناتے ہیں وہ سنت کی برکت سے محروم ہو جاتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ، فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ (مشکوٰۃ ص۳۱)

جب بھی کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اُسی جیسی سنّت سے محروم ہو جاتی ہے، پس سنّت کو مضبوطی سے تھامنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مشکوٰۃ ص۳۰)

تم لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور اُن خلفاء راشدین کے طریقہ کو جو ہدایت مآب ہیں، مضبوطی سے تھامے رکھو اس کو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، اور نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

قبر پر اذان دینا مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ہے، اس سے بچنا نہایت ضروری ہے، شامی میں ہے:۔

لَا يُسَنُّ الْاَذَانُ عِنْدَ اِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِی قَبْرِهٖ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْآنَ، وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِی فَتَاوٰيهِ بِاَنَّهٗ بِدْعَةٌ وَ قَالَ: وَمَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ سُنَّةٌ قِيَاسًا عَلٰی نَدْبِهِمَا لِلْمَوْلُوْدِ اِلْحَاقًا لِخَاتِمَةِ الْاَمْرِ بِابْتِدَائِهٖ فَلَمْ يُصِبْ (منحۃ ج ۱)

میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینا مسنون نہیں ہے، جیسا کہ اس کا رواج ہے، علامہ ابن حجرؒ نے اپنے فتاویٰ میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے اسکو نومولود بچے کے کان میں اذان و اقامت کے مستحب ہونے پر قیاس کیا ہے، اور موت کو ولادت کے ساتھ ملایا ہے اور سنت خیال کیا ہے یہ درست اور صحیح نہیں ہے

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:۔

سوال:۔ تدفین کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟ بدعتی علماء کے فتوے سے ہمارے یہاں کے بدعتی حضرات نے یہ نیا رواج جاری کیا ہے، امید ہے کہ آپ بتفصیل جواب دیں گے، ان کا عقیدہ ہے کہ اذان سے میت شیطانی شرارت سے محفوظ رہتی ہے۔

جواب:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی مغفرت اور عذاب قبر اور شیطانی شرارت سے حفاظت کے لئے نماز جنازہ اور میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنے کی، اور مٹی ڈالتے وقت تین مٹھی مٹی ڈالنے کی، اور پہلی بار مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ، دوسری بار وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ، تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی پڑھنے کی ہمیں ہدایت فرمائی ہے، اور دفنانے کے بعد سرہانے پر سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں، اور پائنتی کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھ کر دیر تک قرآن شریف وغیرہ پڑھنے اور بارگاہِ خداوندی میں نہایت

عجز وانکساری کے ساتھ میت کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے (مشکوٰۃ ص۱۴۹، کتاب الاذکار، امام نووی ص۱۱۱)

اگر اس وقت اذان کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور حکم فرماتے، اور جاں نثار صحابۂ کرام رضی ضرور عمل پیرا ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اور آپؐ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین؛ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان ذی النورینؓ، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے نورانی دور میں ہزارہا صحابہ اور تابعین وفات پا گئے، مگر کسی کی قبر پر اذان نہیں دی گئی، صحابۂ کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین: امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے بعد امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابو داؤد وغیرہ کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا، لہذا مسنون طریقہ پر عمل کرنے میں ہماری نجات ہے، اور اس کی خلاف ورزی گمراہی کا باعث ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے تہتّر فرقے بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ ان میں ایک ہی فرقہ نجات پانے والا ہے، صحابۂ کرام نے پوچھا:۔

مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ؟ یا رسول اللہؐ! وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ ۔ (مشکوٰۃ ص۳۰) جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب عمل پیرا ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دیکھئے آپؐ نے اصلاح امت اور اس کی ہدایت کے لئے راہِ عمل متعین فرمادی کہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر عمل پیرا ہونے پر نجات موقوف ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت عجیب و غریب اور بہت ہی مؤثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے، جن سے حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرز اُٹھے، ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ارشادات تو ایسے ہیں جیسے رخصت کرتے وقت کوئی ضروری نصیحتیں کیا کرتا ہے ہمیں کچھ اور نصیحتیں فرما دیجئے، آپؐ نے کچھ اور نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ اُن میں اہم ترین نصیحت یہ تھی کہ آپؐ نے فرمایا:۔

میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، ایسی حالت میں تم پر لازم اور ضروری ہے کہ اُس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو جو میرا اور میرے بعد اُن خلفاء راشدین کا طریقہ ہے جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں، اس طریقہ کو مضبوطی سے سنبھالو اور دانتوں سے پکڑ لو، اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں ان سے پُوری طرح پرہیز کرو، کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

اِتَّبِعُوْا اٰثَرَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ کُفِیْتُمْ۔ (الاعتصام ص۹۱ ج۱ کنز العمال ص۵۶ ج۱) — ہمارے نقشِ قدم پر چلو، اور بدعات ایجاد نہ کرو، تمہارے لئے ہماری اتباع کافی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

کُلُّ عِبَادَۃٍ لَمْ یَتَعَبَّدْهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَعْبُدُوْهَا (الاعتصام ص۳۱ ج۲) — ہر ایسی عبادت جس کو صحابۂ کرامؓ نے نہ کیا ہو، تم بھی نہ کرو۔

⁂

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی، اور

اس کو کارِ خیر سمجھا تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احکامِ خداوندی کی تبلیغ میں خائن اور کمی کرنے والا ٹھہرایا، چونکہ ارشادِ خداوندی ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اس لئے جو کام آپؐ کے مبارک زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا۔ (الاعتصام ص۴۳ ج۱)

اسی لئے نمازِ عید اور خطبہ کے وقت اذان اور جماعت کے وقت اقامت نہیں پڑھی جاتی کہ آپؐ کے مبارک دور میں نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔، اسی طرح قبر پر اذان دینا بھی دین میں شامل نہیں، قطعاً بدعت ہے، کیونکہ سنت سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۳۶۶-۳۶۴ ج اوّل)

آندھی، بارش اور وبا کے وقت اذان کہنا

فقہاء کرام نے نماز کے علاوہ اذان کے جتنے مواقع بیان فرمائے ہیں ان میں تیز آندھی، شدید بارش یا عام وبا کے وقت اذان کہنے کو ذکر نہیں کیا، اسلئے ان مواقع میں اذان دینا مناسب نہیں، بلکہ ایسے مواقع میں نماز پڑھنی چاہیئے، اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے، اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگنی چاہیئے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ (مشکوٰۃ ص۱۳۰)

جب تم خوفناک نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھو تو اللہ کے ذکر اور دعا و استغفار کی طرف سبقت کرو۔

فتنہ کے وقت اذان کہنا

فتنہ وفساد کے وقت خواہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی اذان کہنا بدعت ہے۔ احسن الفتاویٰ میں ہے

سوال:۔ آج کل حکومت اور اس کے خلاف متحدہ محاذ کے درمیان سیاسی بحران کی وجہ سے جو فتنہ بپا ہے اس کے لئے رات کے اوقات میں اذانیں دینے کا عام سلسلہ شروع ہوگیا ہے، کیا یہ اذانیں دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس موقع پر اذانیں دینا شرعاً ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ بدعت ہے، اس کے علاوہ اس میں دو گناہ اور ہیں، ایک یہ کہ لوگوں کو نماز کے اوقات میں اشتباہ ہو رہا ہے، میرے پاس کئی مردوں نے شکایت کی کہ انھوں نے مغالطہ میں فجر کی سنتیں رات ہی میں پڑھ لیں، بعض خواتین نے بتایا کہ انھوں نے صبح ہو جانے کے گمان میں فجر کی نماز ادا کرلی۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ رات میں لوگوں کے آرام میں خلل پڑتا ہے تندرست انسان کے بھی آرام میں خلل ڈالنا اور اُسے رات میں سونے نہ دینا گناہ ہے، یہاں تو مریض، ضعیف اور دن بھر کے کام سے تھکے ماندے مزدور وغیرہ بھی ہیں مجھے ایسے مریضوں کی طرف سے بھی شکایات موصول ہوئی ہیں جو اذانوں کے شور کی وجہ سے سو نہیں سکتے، اس لئے ان کی اعصابی تکالیف میں اضافہ ہوگیا ہے۔

ارتکابِ بدعت، لوگوں کی نمازیں برباد کرنے، اور مریضوں اور ضعیفوں کو پریشان کرنے اور عام مسلمانوں کو ایذا پہنچانے جیسے مُوجبِ عذاب عمل سے نزولِ رحمت کی امید رکھنا انتہائی حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ معاصی (گناہوں) کو چھوڑا جائے، مالک کی نافرمانی سے توبہ و استغفار کرکے اُسے راضی کیا جائے۔ (ص۳۸۶ ج ۱)

اذان میں حَیَّ عَلیٰ خَیرِ العَمَل کہنا

اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بجائے حَیَّ عَلیٰ خَیرِ العَمَل کہنا بدعت ہے اور شیعوں کا شیوہ ہے، فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

پنج گانہ نماز کی اذان میں بجائے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ کہنا جائز نہیں ہے۔ تمام احادیثِ صحیحہ میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ وارد ہے، مَلَکِ نازل من السَّماء (آسمان سے اترنے والے فرشتہ) کی اذان میں یہی کلمات ہیں، حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ نہیں ہے، اور فرشتہ نازل من السّماء ہی کی اذان اس بارے میں اصل ہے، اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت وقائم رکھا، اس پر سب صحابہ اور تمام امت کا عمل درآمد رہا ہے، اور ہے، خلافِ سنّتِ متوارثہ اور خلافِ اجماع کوئی امر اختیار کرنا سراسر گمراہی اور ضلالت ہے۔ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (جو شخص سوادِ اعظم سے علیٰحدہ ہوا وہ سوادِ اعظم سے علیٰحدہ کرکے جہنم میں ڈال دیا جائے گا) حدیث شریف میں وارد ہے، تمام ائمۂ دین کا یہی مسلک اور طریقہ ہے، کسی کا اس میں خلاف نہیں بجز روافض کے خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی (ص۱۱۸ ج ۲ جدید)

اذان واقامت میں "سیّدنا" کہنا

اذان یا اقامت میں اَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنا ناجائز ہے، فِقْهُ السُّنَّة میں ہے:۔

قَوْلُ الْمُؤَذِّنِ حِیْنَ الْاَذَانِ اَوِ الْاِقَامَةِ اَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ رَأَى الْحَافِظ ابن حجر اَنَّهٗ لَا یُزَادُ ذٰلِكَ فِی الْکَلِمَاتِ الْمَاثُوْرَةِ، وَیَجُوْزُ اَنْ یُّزَادَ فِیْ غَیْرِهَا (ص۱۰۳ ج۱)

اذان یا اقامت کے وقت مؤذن کا اَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے کے بارے میں حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ لفظ "سیّدنا" کو کلماتِ ماثورہ میں نہ بڑھایا جائے، اور غیر ماثورہ میں بڑھانا جائز ہے۔

اذان واقامت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا

اذان یا اقامت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ سِرًّا یا جہرًا پڑھنا ثابت نہیں ہے، اس لئے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ نہ بلند آواز سے پڑھے نہ پست آواز سے پڑھے۔ (احسن الفتاویٰ ص۲۸۷ ج۲)

اذان واقامت سے پہلے دُرود شریف پڑھنا

اذان واقامت سے پہلے بلند آواز سے یا آہستہ سے دُرود شریف پڑھنا بھی بِدعت ہے۔ طحطاوی میں ہے۔

وَمِنَ الْمَکْرُوْھَاتِ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ابْتِدَاءِ الْاِقَامَۃِ لِاَنَّہٗ بِدْعَۃٌ (ص۱۱۵)

اقامت کے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بِدعت ہے۔

اَحسن الفتاویٰ میں ہے:۔

دُرود شریف کا موقع شریعت نے اذان کے بعد بتایا ہے، نہ کہ اذان سے پہلے، لہٰذا اذان سے پہلے دُرود شریف پڑھنا خواہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ بہرکیف ناجائز اور بِدعت ہے، اور دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نماز کے آخر کی بجائے نماز شروع کرتے ہی سُبْحٰنَکَ اَللّٰھُمَّ الخ کی بجائے دُرود شریف پڑھنے لگے، اور رُوکنے والے کو دُرود شریف کا مُنکر بتائے۔ (ص۳۶۹ ج۱)

رَسُوْلُ اللّٰہِ کہے جانے پر انگوٹھے چُومنا

اذان واقامت میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے جانے پر سنّت اور عبادت سمجھ کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے، نہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے، نہ صحابہ کرام اور تابعینِ عظام

سے انگوٹھے چومنا ثابت ہے، اور اس سلسلہ میں جتنی روایتیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتیں ہیں وہ سب بے اصل اور بے بنیاد ہیں، شامی میں ہے:۔

وَذَكَرَ ذٰلِكَ الْجَرَّاحِيُّ وَاَطَالَ ثُمَّ قَالَ: وَلَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا الشَّيْئُ" (صـ۲۶۷ جـ۱)

علامہ جرّاحی نے اس (انگوٹھے چومنے کی) روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر طویل گفتگو کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی روایت حضورؐ سے ثابت نہیں ہے

شیخ عجلونی نے بھی اس سلسلہ کی تمام روایتوں کو نقل کرنے کے بعد آخر میں فرمایا ہے کہ وَلَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا الشَّيْئُ" (کشف الخفاء صـ۲۷۱ جـ۲)

امداد الفتاویٰ میں ہے:۔

اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور جو کچھ بعضے لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققینؒ کے نزدیک ثابت نہیں۔ مگر اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں، پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت چومنے سے بھی زیادہ بدعت اور بے اصل ہے (صـ۲۵۹ جـ۵)

اذان دائیں طرف اور اقامت بائیں طرف کہنا

اذان مسجد کی داہنی طرف اور اقامت بائیں طرف کہنے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، کیونکہ اذان کیلئے کوئی جہت اور جگہ متعین نہیں ہے۔ البتہ اذان ایسی جگہ کہنی چاہئے کہ لوگ اذان کی آواز اچھی طرح سُن لیں۔

اسی طرح اقامت وتکبیر کے لئے بھی کوئی جہت اور صف متعین نہیں ہے البتہ اقامت مسجد میں ایسی جگہ کہنی چاہئے جہاں سے آواز زیادہ سے زیادہ نمازیوں

کو پہنچ سکے، اسی لئے عام طور پر اقامت امام کے پیچھے کہی جاتی ہے تاکہ دونوں طرف یکساں آواز پہنچے، فتاویٰ دارالعلوم میں ہے :۔

"اذان بائیں طرف اور اقامت داہنی طرف ہونے کی کوئی دلیلِ شرعی نہیں ہے" اور کسی حدیث وفقہ کی کتاب میں نہیں ہے، یہ بات غلط مشہور ہے، ورنہ ان لوگوں کو جو ایسا کہتے ہیں کوئی دلیل لانی چاہئے، بلا دلیل اپنی طرف سے شریعت میں ایسی قیدیں لگانا درست نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے" (ص ۸۸ ج ۲ جدید)

کفایۃ المفتی میں ہے :۔ "تکبیر کے لئے کوئی جہت اور کوئی صف متعین نہیں ہے"

جوابِ دیگر :۔ "مسجد میں اقامت ایسی جگہ کہنی چاہئے جہاں سے آواز زیادہ نمازیوں کو پہنچے خواہ جنوب میں ہو یا شمال میں" (ص ۹ ج ۳)

اقامت کے وقت ہاتھ باندھنا خلافِ سنت ہے

تکبیر تحریمہ سے پہلے اقامت کے وقت ہاتھ باندھنا خلافِ سُنّت ہے۔ لہٰذا اس وقت ہاتھ باندھنے کو مسنون یا مستحب سمجھنا اور نہ باندھنے والے کو بے وقوف اور جاہل کہنا غلط ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴ ج ۳، احسن الفتاویٰ ص ۲۹۷ ج ۲)

اقامت کے وقت امام کا پشت پھیرنا

اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُن کر امام کا ادب کے خیال سے پُشت پھیرنا بدعت ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کفایۃ المفتی میں ہے: "امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُن کر اپنی پُشت نہ پھیرے، کیونکہ پُشت پھیرنے کا کوئی ثبوت نہیں" (ص ۹ ج ۳)

اقامت سے پہلے امام کا مصلّے پر آنا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک امام مصلّے پر نہ آجائے تکبیر شروع نہیں کرنی چاہئے ۔ یہ خیال غلط ہے، کیونکہ تکبیر کا مقصد حاضرین کو جماعت شروع ہونے کی خبر دینا ہے، پس امام بھی تکبیر سُن کر مُصلّے پر آئے گا، پہلے آنا ضروری نہیں، فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

"یہ ضروری نہیں کہ جب امام مُصلّے پر کھڑا ہو تب تکبیر شروع کی جائے، بلکہ امام جبکہ مسجد میں موجود ہے ۔تکبیر کہنا درست ہے، امام تکبیر سُن کر خود مصلّے پر آجائے گا۔" (ص۱۱۲ ج ۲ جدید)

اذانُ کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا

اذان کے بعد آہستہ سے درود شریف پڑھکر دعاء وسیلہ کرنا سنّت ہے، اور حدیث سے ثابت ہے مگر اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا ناجائز اور بدعت ہے، فِقْهُ السُّنَّۃ میں ہے

اَلْجَهْرُ بِالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلَى الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَبَ الْاَذَانِ غَيْرُ مَشْرُوْعٍ ، بَلْ هُوَ مُحْدَثٌ مَكْرُوْهٌ (ص۱۰۴ ج۱)

اذان کے بعد رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر زور سے صلوٰۃ وسلام بھیجنا جائز نہیں بلکہ یہ بدعت اور مکروہ ہے۔

اذانِ فجر سے پہلے قرآن وتسبیح پڑھنا، یا وعظ ونصیحت کرنا

فجر کی اذان سے پہلے مؤذن وغیرہ کا بلند آواز سے قرآن پاک کی کوئی آیت یا سُورت پڑھنا، یا ذکر وتسبیح پڑھنا، یا وعظ ونصیحت کرنا ناجائز وبدعت ہے، فِقْهُ السُّنَّۃ میں ہے:۔

فجر سے پہلے اذان کے علاوہ منارہ پر تسبیح، ترانہ اور زور سے دُعا کرنا

وغیرہ مسنون نہیں، کسی عالم نے اس کو مستحب نہیں کہا ہے، بلکہ یہ ناپسندیدہ بدعت ہے، اس لئے کہ یہ بات نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی، نہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں، اور جو بات ان کے دور میں نہ ہو وہ قابلِ رد ہے، لہذا کسی کو نہ اس کا حکم دینا چاہیئے، نہ ترک کرنے والے پر نکیر اور ملامت کرنی چاہیئے۔

ابنِ جوزی "تلبیس ابلیس" میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صبح صادق سے بہت پہلے منارہ پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرتے ہیں، اور قرآن کی کوئی سورت بلند آواز سے پڑھتے ہیں، لوگوں کی نیند حرام کر دیتے ہیں، اور تہجد پڑھنے والوں کی قراءت میں خلل ڈالتے ہیں، حالانکہ یہ تمام باتیں منکر اور غلط ہیں۔

حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں فرمایا ہے کہ فجر اور جمعہ سے پہلے جو تسبیح اور درود شریف ایجاد کیا ہے وہ نہ اعلان ہے نہ اذان۔ (ص۱۰۴ ج ۱)

جمعہ کی دو اذانوں کے درمیان کچھ کہنا بدعت ہے

جمعہ کی اذانِ اوّل کے بعد اَلصَّلٰوۃُ سُنَّۃٌ قَبْلَ الْجُمُعَۃِ کہنا بدعت ہے۔ اسی طرح اذانِ خطبہ سے پہلے اِسْتَوُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ کہنا بھی بدعت ہے، فقہ السنۃ میں ہے۔

وَمَا یُذْکَرُ بَعْدَہٗ اَوْ قَبْلَہٗ کُلُّہٗ مِنَ الْمُسْتَحْدَثَاتِ الْمُبْتَدِعَۃِ (ص۱۰۴ ج ۱)

اذان کے بعد یا اس سے پہلے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ لوگوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔

فتاویٰ دار العلوم میں ہے:۔

اَلصَّلٰوۃُ سُنَّۃٌ قَبْلَ الْجُمُعَۃِ پکارنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، بلکہ

جس وقت زوال ہوجائے، اور جمعہ کی اذانِ اوّل ہوجائے نمازیوں کو چاہئے کہ خود سنت قبل الجمعہ ادا کریں، اور جب کہ وقت سنتوں کا ہوجائے تو بغیر پکارے "اَلصَّلٰوۃُ سُنَّۃٌ قَبْلَ الْجُمُعَۃِ" کے اگر کوئی شخص سنت قبل الجمعہ پڑھ لے گا سُنّت ادا ہوگئی، اور اس سے غیر مُقلِد وغیرہ نہیں بنتا، یہ جاہلوں کے خیالات ہیں۔ (صـ۱۲۸ ج ۲ جدید)

دوسری جگہ ہے:۔

سوال:۔ خطبہ کے وقت اذان سے پہلے اِسْتَوُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ کہنا کیسا ہے؟

جواب:۔ خطبہ کے وقت جو اذان خطیب کے سامنے ہو اس کے شروع میں اس لفظ کے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں، البتہ اگر امام بوقتِ تکبیر تحریمہ ایسا کہے تو کچھ مضائقہ نہیں (صـ۱۲۹ ج ۲)

تثویب کی تعریف تثویب کے معنیٰ ہیں اذان کے بعد دوبارہ نماز سے پہلے اعلان کرنا یعنی اذان و اقامت کے درمیان حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، یا حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، یا حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ، یا اَلصَّلٰوۃُ الصَّلٰوۃُ، یا قَامَتْ قَامَتْ، یا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، یا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ، یا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہ، یا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ وغیرہ پکارنا۔

تثویب کا حکم تثویب ناجائز اور بدعت ہے، تثویب سے اذان کا مقصد فوت ہوجاتا ہے، لوگ اذان سُن کر مسجد میں جانے کے بجائے تثویب کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں، اور تثویب کے بعد مسجد میں جاتے ہیں، جس سے اذان کی اہمیت گھٹ جاتی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے

تثویبؑ پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرتؒ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے جس میں اذان ہو چکی تھی۔

فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رض مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: اُخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ (ترمذی شریف ج۱ ص۲۸)

پس مؤذن نے تثویب کی تو حضرت عبداللہؓ نے فوراً مسجد سے نکل جانے کا ارادہ کیا اور فرمایا: ہمیں اس بدعتی کے پاس سے لے چلو (آپؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے) اور آپؓ نے اس مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

طحطاوی میں ہے:۔

وَلَمْ يَكُنْ فِيْ زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِيْ زَمَنِ أَصْحَابِهٖ (ص۱۱۱)

تثویب نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی، نہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں۔

تثویبؑ کی تاریخ

خیرُ القرون میں اذان واقامت کے درمیان چونکہ حسب ضرورت فاصلہ ہوتا تھا، اس لئے تثویبؑ کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی، لوگ اذان سُن کر مسجد کی طرف چل پڑتے تھے، جس طرح آجکل لوگ مغرب کی اذان سُن کر مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں، لیکن بعد میں اذان واقامت کے درمیان فصل زائد ہوتا گیا، اور فاصلہ اتنا بڑھ گیا کہ اگر لوگ اذان ہوتے ہی مسجد میں آجائیں تو ان کو کافی انتظار کرنا پڑے، اس لئے لوگوں نے اذان سُن کر مسجد میں آنا چھوڑ دیا، اب لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہنے لگے اس خیال سے کہ ابھی نماز میں دیر ہے، تھوڑا کام کر کے چلیں گے، کام کا یہ انہماک بسا اوقات ان کو جماعت سے محروم کر دیتا تھا، اور کبھی اندازہ بھی غلط ہو جاتا تھا، پہلے گھڑیاں تو تھیں نہیں، لوگ اندازہ کر کے مسجد میں آتے تھے، جس کی وجہ سے جماعت فوت

ہو جاتی تھی، لوگوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ جماعت سے کچھ پہلے دوبارہ نماز کا اعلان کیا جانے لگا، تاکہ لوگ کاموں کو چھوڑ کر آجائیں، فقہاء کرام نے ضرورت زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے پہلے نماز فجر میں تثویب کی اجازت دی، پھر دوسری نمازوں میں اس طرح تثویب کا رواج چل پڑا۔

لیکن جب تثویب خود دوسری تثویب کی محتاج ہو گئی، اور فقہاء کرام نے جس مقصد کے لئے تثویب کی اجازت دی تھی وہ مقصد پورا نہیں ہوا، تو محققین نے تثویب کو ناجائز قرار دیا۔

ملا علی قاریؒ وَالتَّثْوِيْبُ حَسَنٌ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ لِتَوَانِي النَّاسِ فِي الْاُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

وَقَالَ اَصْحَابُنَا الْمُتَقَدِّمُوْنَ اِنَّهٗ مَكْرُوْهٌ فِي غَيْرِ الْفَجْرِ لِمَا رَوَى التِّرْمِذِي وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ بِلَالٍ قَالَ: اَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا اُثَوِّبَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِي الْفَجْرِ، قَالَ اَصْحَابُنَا: هُوَ اَنْ يَقُوْلَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ، وَقَالَ غَيْرُهُمْ: هُوَ اَنْ يَقُوْلَ فِي اَذَانِ الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ،	ہمارے متقدمین اصحاب نے فرمایا ہے کہ غیر فجر میں تثویب مکروہ ہے، اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں فجر کے علاوہ کسی نماز میں تثویب نہ کروں ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اذان و اقامت کے درمیان دو دفعہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے، اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب فجر کی اذان میں دو دفعہ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا ہے

وَلِمَا رُوِیَ أَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَأیٰ مُؤَذِّنًا یُثَوِّبُ فِی الْعِشَاءِ قَالَ: أَخْرِجُوْا ھٰذَا الْمُبْتَدِعَ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَکَذَا أَکْرَھَہٗ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ مُطْلَقًا۔
(شرح نقایہ صـ۶۲ ج۱)

نیز تثویب اس لئے بھی مکروہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی مؤذن کو عشاء کی نماز میں تثویب کرتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکالدو، اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے تثویب کو تمام نمازوں میں مکروہ کہا ہے۔

الحاصل تثویب کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ اذان واقامت کے درمیان ضرورت سے زیادہ فصل کردیا گیا ہے۔ اگر حسب ضرورت فاصلہ رکھا جائے تو تثویب کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

وَاجْعَلْ بَیْنَ أَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ قَدْرَ مَا یَفْرُغُ الْاٰکِلُ مِنْ أَکْلِہٖ، وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِہٖ، وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِہٖ۔
(مشکوٰۃ صـ۶۳)

اپنی اذان واقامت کے درمیان اتنا فصل کیا کرو کہ جو شخص کھانے پینے میں مشغول ہے وہ فارغ ہو جائے، اور جس کو استنجے کا تقاضا ہے وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہولے۔

اس حدیث کی رُو سے اذان واقامت کے درمیان زائد سے زائد دس پندرہ منٹ کا وقفہ ہونا چاہئے، اس سے زائد وقفہ کرنے کی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہوجاتا ہے، لوگ اذان سُن کر بھی نماز کے لئے نہیں چلتے ہیں۔

تثویب خاص کا حکم

البتہ جو حضرات عام مسلمانوں کی ضرورت میں مشغول ومنہمک رہتے ہیں جیسے انصاف پرور امیر وحاکم، مفتی وقاضی اور مدرس ان کو اذان کے بعد جماعت کا وقت ہونے پر

نماز کی اطلاع کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ

وَيَدْعُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ (نصب الرایہ ص۲۶۶ ج۱) حضرت بلالؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کیلئے بلاتے تھے

اور امیر و حاکم چونکہ حضورؐ کے خلیفہ اور جانشین ہیں اس لئے اُن کو نماز کی دوبارہ اطلاع کرنا مستحسن ہے، اسی طرح وہ حضرات جو مسلمانوں کے کاموں میں مشغول اور منہمک رہتے ہیں اُن کو بھی دوبارہ نماز کی اطلاع کرنا درست ہے، اگر جماعت کا وقت ہونے پر ان حضرات کو دوبارہ اطلاع نہ کی جائے گی تو اذان سن کر وہ حضرات نماز کیلئے آجائیں گے اور مسلمانوں کے کام کا حرج ہوگا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امیر و حاکم کو حضورؐ پر قیاس کرنا درست نہیں، اسلئے کہ مکہ کے مؤذن حضرت ابو محذورہؓ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نماز کی اطلاع کرنے کیلئے گئے تو آپؓ نے مؤذن کو ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ کیا تمہاری اذان ہمارے لئے کافی نہیں ہے؟ [۱]

لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مؤذن نماز فجر کی اطلاع کرنے کیلئے آیا تو حضرت عمرؓ کو سوتا ہوا پایا، مؤذن نے کہا اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! حضرت عمرؓ نے مؤذن کو حکم دیا کہ اس کو (صرف) فجر کی اذان میں کہا کرو (تثویب میں نہ کہو، بلکہ کسی اور کلمہ سے تثویب کیا کرو) (مشکوٰۃ ص۶۴)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مؤذن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز کی اطلاع کیا کرتا تھا، لہذا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے دونوں قولوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جو حضرات مسلمانوں کے کاموں میں بالفعل (نماز کے وقت) مشغول و منہمک ہوں ان کو دوبارہ نماز کی اطلاع کرنا جائز ہے، جیسا کہ امام ابو یوسف کی دلیل اور امام مالکؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، اور جو حضرات بالفعل (نماز کے وقت)

---

[۱] کفایہ مع فتح القدیر ص۲۱۵ ج۱، اعلاء السنن ص۱۰۲ ج۲، کنز العمال ص۲۴۱ ج۸۔

مسلمانوں کے کاموں میں مشغول نہ ہوں ان کو دوبارہ اطلاع کرنا ناجائز ہے جیساکہ امام محمدؒ کی دلیل اور حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے۔

گھر گھر پھر کر بیدار کرنا فجر کی اذان کے بعد مؤذن کا یا کسی دوسرے شخص کا گھر گھر پھر کر سارے لوگوں کو بیدار کرنا بھی ناجائز ہے، البتہ جس شخص کے بارے میں بھروسہ ہو یا جس کی طرف سے اجازت ہو اس کو جگا دینا جائز ہے، کفایتُ المفتی میں ہے:۔

سوال:۔ فجر کی اذان دینے کے بعد مؤذن یا دوسرا کوئی شخص محلہ والوں کو نماز کیلئے سارے محلّہ میں گھر گھر پھر کر بیدار کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کیونکر اور نہیں کر سکتا ہے تو اس کی توضیح فرمائیں۔

پہلا جواب یہ عمل اوّل تثویب میں داخل نہیں بلکہ اس سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے دوسرے تثویب بھی ایک مُستحدَث اور مُبتدَع ہے، اذان سے پہلے بنیت امر بالمعروف اس امر کی گنجائش ہے، اذان کے بعد یہ امر کراہت سے خالی نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ (ص ۱۹ ج ۳)

دوسرا جواب:۔ میں نے پہلے جواب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ محلّہ میں گھر گھر جاکر بیدار کرنا تثویب سے کچھ زیادہ ہے، اس کا مطلب یہ تھا کہ تثویب تو مؤذن کا مسجد میں اذان کے بعد الفاظِ معہودہ پکار کر کہنے کا نام ہے، اور یہ عمل اس سے آگے بڑھ کر گھروں پر جانے اور کنڈیاں کھٹ کھٹا کر لوگوں کو جگانے اور کئی کئی آدمیوں کا ملکر گھومنے پر مشتمل ہے، اور یہ امور تثویب معروف عند الفقہاء سے جس کو انھوں نے مُستحسَن فرمایا ہے یقیناً زیادہ ہیں، صرف مؤذن کی تثویب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانۂ مبارک میں نہیں تھی۔ وَلَمْ

یَکُنْ فِیْ زَمَنِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا فِیْ زَمَنِ اَصْحَابِہٖ (طحطاوی)
یعنی تثویب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں نہ تھی

اور ان زیادہ باتوں کا وجود بھی مُسْتَحْدَث اور مُبْتَدَع (بدعت) ہونے کے علاوہ کئی منکرات پر مشتمل یا محتمل ہو سکتا ہے، اوّل یہ کہ جگانے والے اور کنڈیاں بجا بجا کر بیدار کرنے والے بسا اوقات ایسے گھروں کی کنڈیاں بھی کھٹکھٹا دیں گے جن میں کوئی مریض ہو جو درد و تکلیف کیوجہ سے رات بھر نہ سو سکا تھا، اُس کی اسی وقت آنکھ لگی تھی وہ جاگ کر پھر درد و کرب میں مبتلا ہو جائیگا۔

دوم یہ کہ بعض گھر والے بیباک اور دنیوی حیثیت سے بڑی پوزیشن والے ہوتے ہیں، اور جگانے والے بے چارے غریب اور دنیوی حیثیت سے کم درجے کے ہوتے ہیں تو گھر والے بجائے ان کی بات سننے کے اُن کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ ـــــ یہاں تک بھی صبر کیا جا سکتا تھا، مگر وہ بیباکی اور دلیری سے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا، رسول اور نماز کی شان میں بھی ایسے کلمات کہدیتے ہیں جو کفر تک نوبت پہنچا دیتے ہیں، اور چونکہ اسلامی حکومت اور محکمۂ احتساب موجود نہیں اس لئے اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا، مجھے خوف ہے کہ ایسی صورت میں ان کے کفر کی کسی حد تک ذمہ داری ان... جگانے والوں پر بھی نہ آجائے جنہوں نے تبلیغ و تذکیر میں حکمت و موعظۂ حسنہ کی رعایت میں کوتاہی کی، اور اس وجہ سے ایک مسلمان (گو فاسق ہو) کافر ہو گیا۔

سوم یہ کہ یہ جگانے والے اگر مرتاض (ریاضت یافتہ) اور مخلص نہ ہوں تو ان میں اپنے متعلق تکبر اور ترفّع اور دوسرے لوگوں کے متعلق نفرت و حقارت کے جذبات بڑی حد تک پیدا ہونے کا یہ عمل قوی ذریعہ بن جاتا ہے ـــــ حضورؐ اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں یہ عمل اختیار نہیں کیا گیا۔ باوجودیکہ نماز اور جماعت سے رہ جانے والوں کا وجود اس زمانہ میں بھی تھا جو وعید احراق بیوت کی روایت سے واضح ہے

بہرحال اذان کے بعد تو یہ عمل ضرور مکروہ ہے، اور اذان سے پہلے بھی ہر دروازے کی بلاتمیز کنڈی بجانا خطرناک، اور گلی میں سے درمیانی درجہ کی آواز دیتے ہوئے نکل جانا مُباح، اور جس شخص پر بھروسہ ہو، یا جس کی طرف سے اجازت ہو اس کو جگا دینا مُستحسن ہے۔ (صفحہ ۲ ج ۳)

اذان کے بعد یا پہلے گھنٹہ یا نقّارہ بجانا

اذان سے پہلے یا بعد میں نماز سے باخبر کرنے کے لئے، یا نماز کے وقت کی اطلاع دینے کی غرض سے گھنٹہ یا نقارہ وغیرہ بجانا ناجائز اور بدعت ہے، اذان مشروع ہونے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کی تجاویز پیش کی گئی تھیں، مگر آپؐ نے تمام تجاویز کو یہ فرما کر رد کر دیا تھا کہ یہ غیروں کا طریقہ ہے، اس لئے کسی بھی نماز کے وقت کی اطلاع کے لئے گھنٹہ وغیرہ بجانا جائز نہیں ہے، البتہ نماز کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے مثلاً افطاری یا سحری کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے گھنٹہ یا سائرن وغیرہ بجانے کی گنجائش ہے، کفایتُ المفتی میں ہے:۔

اذان کے بعد اِعلام صلوٰۃ کی غرض سے گھنٹہ بجانا بدعت ہے (ص ۷ ج ۳)

دوسری جگہ ہے:۔

سوال:۔ ضربِ نقّارہ قبل اذان یا بعد اذان برائے ہوشیاری و بیداری غافلین جو کہ مسجدوں سے دور رہتے ہیں اور اذان کی آواز ان تک نہیں پہنچتی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ضربِ نقارہ سلفِ صالحین میں مُروّج نہ تھی، اور ممکن ہے کہ عوام اس کو شرعی چیز سمجھنے لگیں، اس لئے اس کا رواج قابلِ ترک ہے، اور اذان کے بعد تو اس کو تثویب کی حیثیت حاصل ہو جائے گی جو مکروہ اور

بدعت ہے، محمد کفایت اللہ (صنا ج ۳)

مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان کرنا

مساجد میں جو آلۂ مکبر الصوت لگایا جاتا ہے اس کا اصل مقصود تو اذان ہے، مگر ضمناً وہ دینی کام جو مفاد عامہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے اعلان کی بھی گنجائش ہے، مثلاً کسی میت کا اعلان کرنا، تاکہ لوگ نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں۔ یا رؤیت ہلال کا اعلان کرنا یا عید کی نماز کے وقت کا اعلان کرنا، یا کسی اہم دینی پروگرام کی اطلاع دینا وغیرہ

رہے وہ کام جو دینی نہیں ہیں، بلکہ دنیوی معاملات ہیں اور ان کا اعلان بلا معاوضہ کیا جاتا ہے، یا مسجد کے مفاد کیلئے کوئی معاوضہ لے کر اعلان کیا جاتا ہے، یا مسجد کے لئے موصول ہونے والے چندہ کا اعلان کیا جاتا ہے تو اس کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر اعلان کی جگہ مسجد کے اندر ہے، یا لاؤڈ سپیکر کے ہارن (HORN) مسجد پر یا مسجد کے مناروں پر فٹ ہیں تو یہ اعلان جائز نہیں ہیں، احادیث میں گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنے کی ممانعت اس تعلیل کے ساتھ آئی ہے کہ مساجد اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئیں [۱]

البتہ اگر اعلان کرنے کا مائک مسجد سے باہر کسی حجرہ میں ہو، اور اس کے ہارن بھی مسجد سے علیحدہ فٹ شدہ ہوں تو پھر اس قسم کے اعلان کی گنجائش ہے، بشرطیکہ لوگوں کے لئے تشویش کا باعث نہ ہوں، اور خیرات کرنے والوں میں ریاء و نمود پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، واللہ اعلم۔ از فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم محدث کبیر دار العلوم دیوبند۔

---

[۱] عن ابی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۶۸)

چند ضروری مسائل

پروگرام کے بغیر نماز کیلئے جگانا

پروگرام بنا کر گھر گھر پھرنا اور تمام لوگوں کو بیدار کرنا تو ناجائز اور بدعت ہے، لیکن کسی پروگرام کے بغیر مسجد کیطرف جاتے ہوئے راستہ میں جن نمازیوں کے مکان پڑیں ان کو جگانا جائز ہے، اسی طرح فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں مسجد کیطرف جاتے ہوئے جو حضرات راستہ میں ملیں ان کو یہ کہنا بھی جائز ہے کہ نماز کیلئے چلو۔

حضرت عبداللہ بن طہفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں سویا ہوا تھا

فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے
فَجَعَلَ يُوْقِظُ النَّاسَ: اَلصَّلٰوةَ اَلصَّلٰوةَ	اور لوگوں کو یہ کہہ کر بیدار کرنے لگے کہ
وَكَانَ اِذَا خَرَجَ يُوْقِظُ النَّاسَ۔	نماز! نماز! اور آپؐ جب گھر سے نکلتے
(مُسْنَد احمد ص۴۲۶ ج۵)	تھے تو لوگوں کو نماز کیلئے جگاتے تھے

حضرت ابُوبکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فجر کی نماز کیلئے نکلا، پس آپؐ جس مرد کے پاس سے گذرتے تھے اُس کو نماز کیلئے بلاتے، یا اپنے پیر مُبارک سے اس کو ہلاتے۔ (مشکوٰۃ ص۱۰۴)

بیوی بچوں کو بیدار کرنا

بیوی، بچوں اور گھر کے دوسرے افراد کو نوافل کے لئے بیدار کرنا مستحب اور فرائض کے لئے جگانا واجب اور ضروری ہے، اور تھوڑی بہت سختی کرنا بھی ضروری ہے حضرت عثمان

ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ

داؤد علیہ السّلام رات کی ایک خاص گھڑی میں اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے اور کہتے تھے، اے داؤد کے گھر والو! کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو، اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ اس گھڑی میں دُعا قبول فرماتے ہیں، (مشکوٰۃ صـ۱۰۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَرْقُدُ عَلَيْهِ هُوَ وَاَهْلُهٗ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ۔

(مسند احمد صـ۲۳۱ ج۶)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے تھے، اور میں آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان آڑی اُس بچھونے پر لیٹی رہتی تھی جس پر آپؐ اہلیہ کے ساتھ لیٹتے تھے، پھر جب آپؐ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگا دیتے، پس میں وتر پڑھ لیتی۔

حضرت ابُوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اللہ پاک اس بندے پر رحم فرمائیں! جو رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اور اپنی بیوی کو جگائے، تاکہ وہ بھی نماز پڑھے، اگر وہ انکار کرے تو اسکے چہرے پر پانی چھڑک دے، اللہ تعالیٰ اپنی اس بندی پر رحم فرمائیں! جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے، اور اپنے شوہر کو جگائے، تاکہ وہ بھی نماز پڑھے، اور اگر شوہر انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے۔ (مشکوٰۃ صـ۱۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو جتنا اللہ کو منظور ہوتا نماز پڑھتے، اور آخر رات میں اپنے گھر والوں کو نماز

کے لئے جگاتے اور فرماتے: نماز پڑھو! پھر یہ آیت تلاوت فرماتے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا، لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۲ مشکوٰۃ ص۱۱)

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہو، اور خود بھی اس کے پابند رہو، ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے، معاش تو آپ کو ہم دیں گے، اور بہتر انجام پرہیزگاری ہی کے لئے ہے۔

طلبہ اور ماتحتوں کو بیدار کرنا

مدارس کے طلبہ کو اور اپنے ماتحتوں کو نماز کیلئے بیدار کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہئے، ایک مرتبہ جگانے پر بیدار نہ ہوں تو دوسری مرتبہ جگانا چاہئے، اور جگاتے وقت کوئی کچھ کہے تو اس کو تنبیہ کرنی چاہئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى فَاطِمَةَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَيْقَظَنَا لِلصَّلٰوةِ، قَالَ: ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهٖ فَصَلّٰى هَوِيًّا مِنَ اللَّيْلِ، قَالَ: فَلَمْ يَسْمَعْ لَنَا حِسًّا، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْنَا فَأَيْقَظَنَا وَقَالَ: قُوْمَا فَصَلِّيَا، قَالَ فَجَلَسْتُ وَأَنَا أَعْرُكُ عَيْنِيْ وَأَقُوْلُ: إِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُصَلِّيْ إِلَّا مَا كُتِبَ لَنَا إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ، فَإِذَا شَاءَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں میرے اور فاطمہ رضؓ کے پاس تشریف لائے اور ہم کو نماز کیلئے جگایا، پھر اپنے گھر چلے گئے، اور رات کا ایک حصہ نماز پڑھی حضرت علیؓ فرماتے ہیں: حضورؐ نے ہماری کوئی آہٹ نہیں سنی تو دوبارہ آپؐ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم کو جگایا اور فرمایا: دونوں اٹھو اور نماز پڑھو، حضرت علیؓ کہتے ہیں: میں آنکھیں ملتا ہوا بیدار ہو کر بیٹھ گیا اور کہا: اللہ پاک کی قسم ہم اتنی

اَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا، قَالَ: فَوَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ وَيَضْرِبُ بِيَدِهٖ عَلٰى فَخِذِهٖ: مَا نُصَلِّيْ اِلَّا مَا كُتِبَ لَنَا، مَا نُصَلِّيْ اِلَّا مَا كُتِبَ لَنَا، وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْئٍ جَدَلًا (مسند احمد ص۹۱ ج۱)

ہی نماز پڑھیں گے جو ہمارے لئے مقدر ہے، ہماری اَرواح اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہمیں بیدار کرنا چاہیں گے بیدار فرمادیں گے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران مبارک پر ہاتھ مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ: ہم اتنی ہی نماز پڑھیں گے جو ہماری تقدیر میں ہے

ہم اتنی ہی نماز پڑھیں گے جو ہماری تقدیر میں ہے، اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے

یہ چونکہ نوافل کا معاملہ ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی نہیں فرمائی، فرائض میں سختی کرنا ضروری ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ (ابوداؤد ص۷۱ ج۱)

جب بچے دس سال کے ہوجائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر اُن کو مارو!

جگانے کیلئے کسی کو ذِمّہ دار بنانا

اساتذہ کرام اور طلبہ عزیز چونکہ رات میں دیر تک مطالعہ اور تکرار کرتے ہیں۔ اس لئے کسی کو وقت پر جگانے کی ذِمّہ داری سپرد کرنا بھی جائز ہے، اسی طرح جلسوں اور اجتماعوں کے موقع پر چونکہ عام طور پر لوگ دیر سے سوتے ہیں، اس لئے کسی کو وقت پر بیدار کرنے کے لئے ذِمّہ دار بنانا ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگِ خیبر سے واپس تشریف لارہے تھے تو حضرت بلالؓ سے فرمایا تھا کہ:۔

اِكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ (مشکوٰۃ ص۶۶)

ہمارے لئے رات کی حفاظت کرو!

جلسوں اور اجتماعوں میں ایک دوسرے کو بیدار کرنا

جو حضرات جلسے یا اجتماع میں شرکت کی غرض سے آئے ہوں خواہ مقررین ومبلغین ہوں، یا سامعین وہ آپس میں ایک دوسرے کو ضرور جگائیں، تاکہ دیر سے سونے کی وجہ سے کسی کی نماز قضا نہ ہو۔

حضرت ذی مخمر حبشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جگانے کیلئے متعین فرمایا، لیکن میری آنکھ لگ گئی، اور دیر سے آنکھ کھلی، چنانچہ بیدار ہوتے ہی میں نے کچھ لوگوں کو جگایا، اور ان سے کہا: آپ حضرات نماز پڑھ چکے؟ انھوں نے کہا نہیں!

فَاَیْقَظَ النَّاسُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا حَتّٰی اسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مسند احمد ص۹۱ ج۴)

پس لوگوں نے ایک دوسرے کو بیدار کیا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیدار ہو گئے۔

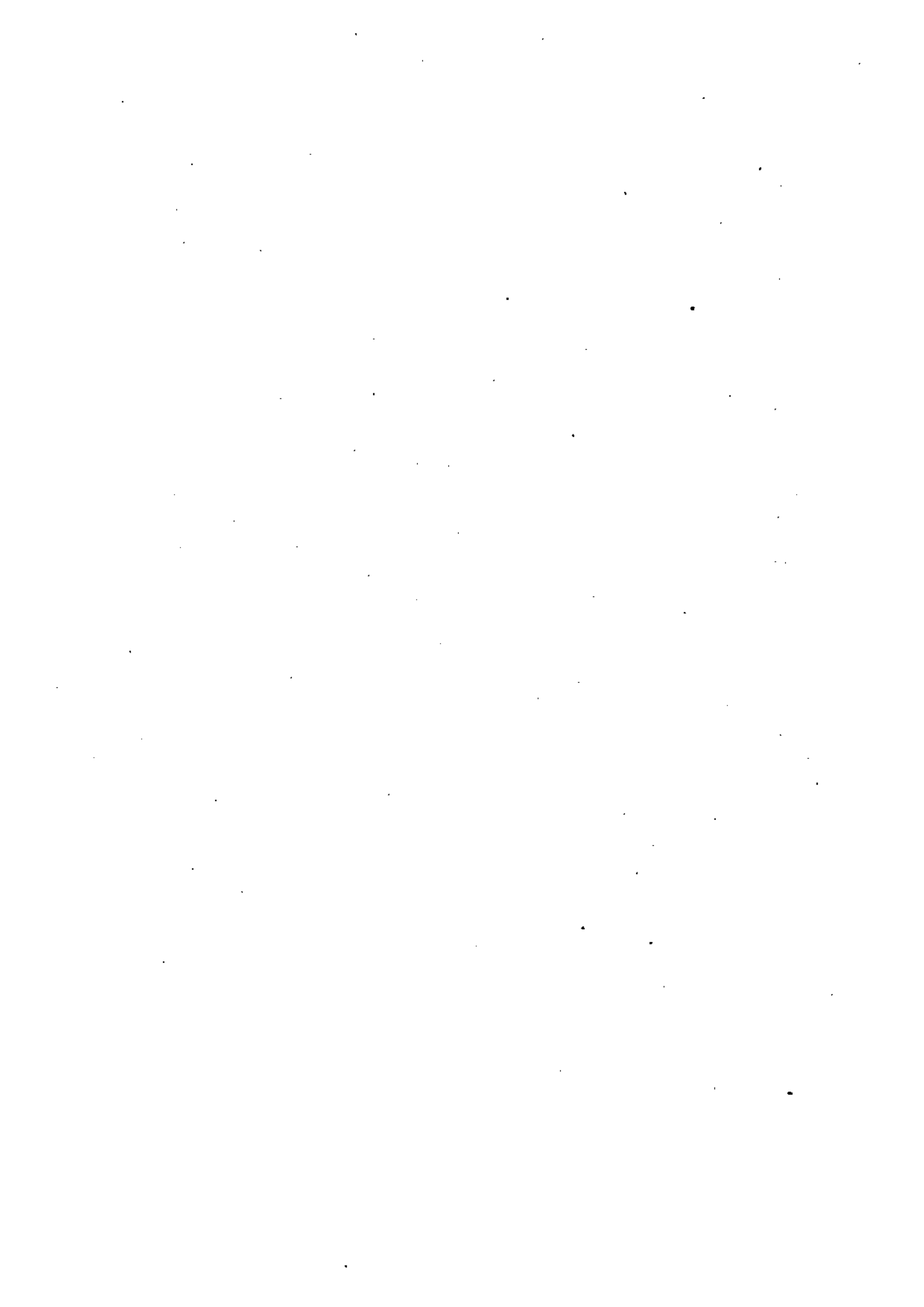
خاتمۂ کلام

اللہ کے فضل وکرم سے اذان واقامت کے سلسلہ کی تمام ضروری باتیں بیان ہو چکیں، اللہ تعالیٰ اس سیاہ کار کو بھی اور تمام مسلمان بھائیوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور لغزشوں کو معاف فرمائیں، اور ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً، وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً، وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اَللّٰھُمَّ! اَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا کُلَّہٗ، وَصَغِّرْ فِیْ اَعْیُنِنَا الدُّنْیَا، وَعَظِّمْ لَنَا الْاٰخِرَۃَ، وَاجْعَلْنَا مُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَذُرِّیَّاتِنَا

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ، وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، وَلَا تَجْعَلْ فِيْ عُنُقِنَا لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ ظُلَامَةً، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ وَعَلَى الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اٰمِين يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ)

ترجمہ :- الٰہی! ہمیں دنیا میں بھی خوبی عطا فرما، اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما، اور عذابِ دُوزخ سے بچا، یا اللہ ہمارے کاموں کو سنوار دے، اور ہماری نگاہوں میں دُنیا کو حقیر بنا دے، اور آخرت کو عظیم بنا دے، اور ہمیں اور ہماری اولاد کو نماز کا اہتمام کرنے والا بنا، پروردگار! میری دُعا قبول فرما، اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو بحالت ایمان ہم سے پہلے گذر چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ان مؤمنوں کے بارے میں کوئی میل نہ رکھ، اور ہمارے ذِمّہ ان کی کسی حق تلفی کا مطالبہ نہ گردان، اور ہماری طرف توجہ مبذول فرما، بیشک آپ ہی توبہ قبول فرمانیوالے، نہایت مہربان ہیں، اور اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائیں ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰؐ پر اور اُن کے خاندان پر، اور اُن کے تمام صحابہ پر، اور قیامت تک آنے والے ان لوگوں پر جو اخلاص کے ساتھ صحابہ کی پیروی کریں، اور تمام تعریفیں تمام جہانوں کے پالنہار اللہ پاک کے لئے ہیں (پروردگارا! ہماری دُعا قبول فرما!)



نماز اہم ترین فریضۂ خداوندی اور تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے اس سے تعلق رکھنے والے امور اذان واقامت کا شعارِ دین ہونا ظاہر ہے۔ اذان صرف نماز کا اعلان ہی نہیں بلکہ آسمانی منشور اور دین کی تبلیغ و مؤثر دعوت بھی ہے جو روزانہ ہر مسجد سے پانچ مرتبہ نشر کی جاتی ہے تاکہ مسلمان غیر اسلامی دعوت کا شکار ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کرلیں۔

زیرِ نظر کتاب ''آداب اذان واقامت'' حضرت مولانا محمد امین صاحب پالنپوری استاذ دارالعلوم دیوبند کی ایک جامع ومفصّل تصنیف ہے جس میں اذان واقامت کی تاریخ، حقیقت واہمیت، عظمت وفضیلت و برکت، آداب واحکام اور بدعات ورسوم بیان کیے گئے ہیں۔ مسائل بیان کرنے کے بعد فقط حوالہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ فقہی عبارات واحادیث کو بھی ذکر کیا گیا تاکہ مسئلہ کا مأخذ معلوم ہو جائے اور جہاں ضرورت سمجھی گئی عبارت کا ترجمہ بھی کر دیا گیا، اختلافی مسائل کو سلجھا کر بیان کیا گیا اور معتدل قول کو اختیار کیا گیا ہر مسئلہ کو دلائل کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا تاکہ عوام الناس بھی مسئلہ کی حقیقت سمجھ جائیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہم سب کے لئے صلاح وفلاح اور نجات و کامرانی کا زینہ بنائے۔ آمین

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk